

الفصلان

(SECTION - 1)

TOBA TEK SINGH

Date: _____

→ Afsana "Toba Tek Singh" Pakistan aur Hindustan ke beech batoray ke baad ke halat ko darshata hai. Ismein, dono mulkon ke kroonat ne faista kiya ke un pagalan ka tabadla karna chahiye jo has ek mulk ke pagal khawan mein hain - usalmaan pagal ~~hain~~ se Hindustan bheje jayenge. Hindustan ke pagal khawon se Pakistan bheje jayenge, aur Hindu aur Sikh pagal Pakistan ke Paagal khano se Hindustan bheje jayenge.

Aheen Kildar

→ Bishan Singh (Main Character) : Ek Sikh pagal jo 15 sad se "Toba Tek Singh" ke had keba retta hai aur uska ye naam bhi isi jagah se hai.
→ Doctor jo pagalan ke ilaj karta hai aur unko tabadla karni ka liye tyar kar raha hota hai.

Afsana sabse ke pagal khaway se shuru hota hai jahan paagalan ko unke tabadlaye ke lehsoor milti hai. Bishan Singh ko apni zindagi bhan ke ek pagal Toba Tek Singh ke baare mein confusion hoti hai. Unhye apni asal jagah ka gata nahi hota lekin wo khud apni deewy mein retta hai. Tab pagalan ke pakistan aur Hindustan bhujiye ka waqt aota hai, Bishan Singh apni poori zindagi ke liye Toba Tek Singh ka soudha hai aur jab unhye yeh malam hota hai ke Toba Tek Singh tor Hindustan mein hoi tou woh apni jaan de deta

Date:

hai. Afzaan ek tareekh se partition ke darron ka
vala masne tragedy aur paigham hain mukabat
ko dilchata hai.

INTRO

سحر و حسن منٹو کا افسانہ "لُوبہ شیک سگھ" اردو ادب کی
ایک نہایت ایم اور گیرائی سے بڑپور تخلیق ہے، جو تقسیم ہے
کے اثرات کو بہت منفرد انداز میں پیش کرتا ہے۔ یہ افسانہ مدنہ
صرف ذہنی صفت اور پا گلور کی حالت زار کو بیان کرتا ہے،
 بلکہ اس کے ذریعے منٹو نے مددوں کے اُس پارالسانی اذیت،
 شناخت کے لامران، اور زین استشار کو اچانگ کیا ہے جو بتووار سے
کے بعد مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کے درمیان بیڑا ہوا۔ "لُوبہ
شیک سگھ" کی کہانی ایک سکھ پا گل، بشن سگھ کی زینگی اور
اس کے کیمپینوڑن کو صرف بناتی ہے، جو اپنی شناخت اور اپنی
جگہ کا سوال کرتا ہے، جس کا جواب اس کے لیے بھی بھی واضح
ہے۔ یہ تو منٹو نے اس افسانے کے ذریعے سر چوں کی پر صفحی
لوحیت، الناذن کی بے لبی اور سیاسی تقسیم کے اثرات کو بیش
کیا ہے۔

"لُوبہ شیک سگھ" میں منٹو نے نہ صرف تقسیم کی سیاسی صورت
حال کو بیان کیا ہے بلکہ اس کے ذریعے انہوں نے النانی
جزبات اور اذیتوں کی تحریکی تصویر کرنی کی ہے۔ افسانے کا
صرکزی سردار بشن سگھ ایک البا فرد ہے جو اپنی شناخت
اور اپنی زمین کے بارے میں انہکا اتنا زیارتہ مخالفہ اور

کنفیوژن کا شکار ہے کہ وہ اپنی حقیقت۔ اور حقیقتوں کا فرق
ہمیں سمجھ پاتا۔ اس کی شخصیت اور اس کی حالت ہمیں ہے
سمجھنے میں صدر دیتی ہے کہ تقسیم کے بعد لوگوں کو کس طرح
شناخت کا خران اور اپنی جگہ کے حوالے سے سوالات کا سامنا
ٹھا۔ ~ ایک ایسا افسانہ ہے جو منہ صرف معاشرتی اور سیاسی
تنقیر پیش کرتا ہے بلکہ انسان کی انزوں والت اور زندگی
کی تینیت کا بھی ہمگانی سے مطالعہ کرتا ہے۔

Impact of Partition. ①

- 1) تقسیم ٹھہر نے نہ صرف جغرافیائی بلکہ ذہنی سطح پر بھی النالوں
کو متاثر کیا ہے
- 2) بشن سگم جسے کرداروں کو اپنی شناخت اور اصل جگہ کا کوئی
علم نہیں ہوا۔
- 3) قکروں نے پاگلوں کا تبادلہ کر کے تقسیم کو سزیر پیچیرہ اور النالوں
کے لیے اذیت کا باعث بنایا۔
- 4) "لوپہ تیک سگم" میں تقسیم کے بعد کے حالات میں النالوں کی
زندگیوں کی بے وقوع اور بے سرہ سامانی کو دکھایا گیا ہے

Crisis of Identity. ②

- 1) تقسیم کے بعد بشن سگم جسے افراطی شافت اور وطن کے
بارے میں کنفیوژن میں مبتلا کیا
- 2) سرحدوں کی تبدیلی سے النالوں کی هیئت اور ان کی شناخت
کا مفہوم مت گیا
- 3) یہ ^(معنوی) خزان تصرف بشن سگم تک محدود ہیں ہوا بلکہ پورے تقسیم
شرکہ معاشرے میں موجود ہا۔

Mutual Illness and
Human Dignity. ④

- 1) پاکلوں کا تبادلہ ایک سیاسی فیصلہ تھا جس میں اندازوں کی عزت لفظ کو نظر انداز سیا گیا۔
- 2) لشکر کی ذہنی حالت اس بات کا علاوی ہے کہ جب انسان ذہن بیماری کا شکار ہوتا ہے، تو وہ اپنی حقیقت سے جڑا رینا چاہتا ہے۔
- 3) افسانہ یہ بتاتا ہے کہ ذہن بیماری کے شکار افراد کی انسانیت کو محض سیاسی مسائل کے تحت پھین لیا گیا۔
- 4) ان افسانے میں ذہن بیماری کو علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے تاکہ تقیم کے اخوات کو بیان کیا جاسکے۔

Displacement &
Belonging. ⑤

- 1) لشکر اور دوسرا پاکل ایک بجھ سے دوسرا بجھ منتقل ہو رہے ہیں لیکن ان کی کہیں بھی جڑیں ہیں۔
- 2) ان کا "گم" کیس بھی ہیں ہیں ہے، اور وہ ستاخت کے خزان کا شکار ہیں۔
- 3) افسانہ دکھاتا ہے کہ تقیم نے لوگوں کو بے وطن اور بے لعل کر دیا ہے۔
- 4) لشکر کی صورت یہ ظاہر گرتی ہے کہ نقل مکانی کا عمل انسانوں سوں داخل طور پر تباہ کر دیتا ہے۔
- 5) افراد کو کسی جڑیں اور ان کی بیچان مٹ جاتی ہے۔

سعادت میں منٹو کا افسانہ "کھول دو" ایک الی داستان ہے جو
لقوں ہنر کے درر ناک اور بے رحمانی تھریات (Inhumanity) کو بیان
کرتی ہے۔ اس افسانے کے ذریعے منٹو نے صرف النسلی لفظیات کو پیغام بیان
کر ایگا کیا بلکہ اس دور کی حشریزی، فسادات اور النسلی حقوق کی
یا مالی کے اثرات کو بھی پیش کیا۔ "کھول دو" میں وہ لقیم کے نسبت
میں ہونے والی دھیانی صورت حال کو بے باک انداز میں بیان
کرتے ہیں، جیلان النسلیت کے تمام بنیادی اصول اور اقدار
مجموع ہو جاتے ہیں۔ افسانہ ایک والد کی اپنی بیٹی کی تلاش
کی کہانی ہے، جو ان تلخ حقیقتوں کا آئینہ دار ہے جن سے
پورا معاشرہ گزرا۔

منٹو کا یہ افسانہ نہ صرف ایک فرد کی مصیب اور زین انشار
کی عکاسی کرتا ہے بلکہ اس کے ذریعے بھر کے معاشرتی اور سماجی
مادوں کی تصوری بھی سامنے آتی ہے۔ "کھول دو" میں النسلیت
کے زوال اور فطری بہداری کے فقردان کو پیش کیا گیا ہے، جس
میں فرد کی ذاتی مصیب بھی اس بڑی تصویر کا حصہ ہے
جاتی ہے جو پورے سماج کو متاثر کرتی ہے۔ اس کہانی
میں منٹو ظالم اور بھر کی حقیقت کو ان خرث سے روکھایا
کہ وہ بماری خلیف کو جھینچوڑ دیتا ہے، اور یہم النسلیت
کے مقدس اصولوں کے بالے میں سوال کرنے پر مجبور ہو
جاتے ہیں۔

① لقیم اور اس کے اثرات

1) لقیم ہنر نے لاکھوں اخبار کو بے گر اور لقیم کر دیا، اور ایک ہی

وقت میں انسانیت کا قتل کر دیا

۱) ~ صو ضوع جگ اور فسادات کے درواز بیٹھنے والے بے گناہ

قتل عام کو اجاگ کرتا ہے، جس میں انسانی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔

۲) تقسیم کے درواز ماندالوں کا بکھرنا اور افراط کا ایک درس سے برا ہونا ایک مسلسل دکھ اور ازیز کا سبب میں گیا ہے

۳) منتو نے اس افسانے کے ذریعے تقسیم کے بعد کے دردناک اثرات کو سامنے لایا، جس نے انسانی رشتہ کو کندھہ اور مغلوب کیا۔

۲) انسانی حقوق کی پا مالی

۱) افسانے میں دکھایا گیا ہے کہ سب طرح انسانوں کی بنیادی

آزادی اور عزت نفس سوچ کی صورت میں پامال کیا گیا۔

۲) تقسیم کے درواز خواتین اور بچوں کا استھان سب سے زیادہ برا، اور ان بھکر کی آزار دب گئی۔

۳) سڑاک البریم کی بیٹی سکینہ کی تلاش ایک ملامت بن گئی ہے کہ سب طرح افراد کی ذاتی عزت اور حقوق کا تمثیل بنایا گیا۔

۴) منتو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی سلخ فیضت بھوپے نقاب کیا ہے، جس میں ”زنگی کے حمام انسانی“ بھلو متفقور ہو جاتے ہیں۔

۳) لنگت اور تشر

۱) منتو نے افسانے میں تقسیم کے درواز ہوئے والے تشر کو کھل کر دکھایا ہے، جیاں لنگت نے حمام انسانی اقدار کو مٹا دیا۔

Date:

2) فرقہ داریت، صوبی کشمکش، اور لنگی تعصباً کے اثرات نے
معاشر کو روابط کو تباہ کر دیا اور النسائیت کی بنیادیں یہ دین
3) لغرت کی یہ فضیا النازوں کے درمیان داریں رکھتی ہیں، اور
اپنیں ایک دوسرے کے دشمن بنا دیتی ہیں، جیسے سراج الدین
اور سکیتہ کی حالت میں لظر آئی

④ النسائیت کا ذوال

- 1) اس طرح النسائیت کے تمام اصول اور قریب جنگ امر لقیم کے دوڑان نہ ہو جاتی ہے۔
- 2) سراج الدین کی بے لبسی اور اپنی بیٹی کی تلاش میں شکست اسے یہ سمجھاتی ہے کہ النسائیت اور اخلاقیات جنگ کے ذوال نظر انداز ہو جاتی ہے۔
- 3) یہ موضوع اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ جنگ کے دوڑان انسان اپنے اصل مقصر اور النسائی رشتہ ہو چکا ہے۔

CONCLUSION

”کھول دو“ سعارت میں صنوٹ کی ایک الیسی تقلیلیق ہے جو لقیم پر کے دردناک اثرات اور النسائیت کی پاٹالی کو بے باس انداز میں پیش کرتی ہے۔ یہ افسانہ ظلم، لغرت اور النسائیت کے زوال کی عکاسی کرتا ہے، ساہر بی محبت اور خاندانی رشتہوں کی الہیت کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ صنوٹ کی افسانے نہ صرف اس وقت کے سماجی حالات کا آئینہ ہے بلکہ آج بھی یہیں النسائیت کے تحفظ اور امن کی بیسی ہے

منسی پریم چندر کا افسانہ "کعن" اُررو ارب کا ایک ایم دلگزار نہموں ہے جو النیائیت، عزیزت اور صافتری سے ہے ہی کو بے باقی کے ساقے بیان کرتا ہے۔ یہ ہمایی ایک ٹرین چہار خاندان کی زندگی کی عکاسی کرتی ہے جس میں والد اور بیٹا اپنی بیوی کی بیماری اور عزیزت سے مسائل سے جو جھٹے ہیں۔ اس افسانے میں صفتی پریم چندر نے النان کی لفظیات، بے ہی اور سوسائٹی کے نچلے طبقوں کی حالت کو نہایت سارگی اور حقیقت پیش کیا ہے۔ یہ ہمایی بھائی یہارے صافتری روایوں، النیائیت کی کمی اور عزیزت کی تکالیف پر بھری رہشی ذاتی ہے۔

کعن کی ہمایی میں صفتی پریم چندر نے النیائی جزیبات اور اخلاقی اقدار کی زیوں ہالی تو بخوبی اجاگر کیا ہے۔ ہمایی کے مرکزی قرار گھیسو اور طارہوں کی بے ہی اور خور عرضی تھے۔ سچھے ان کی عزیزت اور صافتری حالت کا فرمائنا۔ وہ اپنی بیوی کی حالت کو دریختے ہوئے بھی کوئی افساس بنتی کھو رکھتے، اور اس کا نتیجہ ان کے اخلاقی انحطاط کی صورت میں لکھتا ہے۔ پریم چندر نے اس ہمایی میں اس بات کو بھی ظاہر کیا ہے کہ النان اپنے ذاتی مثارات کے لیے بھی بھار بھر لئی النیائی سک کو قربان کر دیتا ہے۔

ان کا پھوارا کبھی باریقا، ھر
عزیزت کی تقدیر اور اہل النان پر اُن کے
اشاعت

① عزیزت اور سماجی نامواری میں مبتلا گردیتی ہے اور اہم نتیجے
1) عزیزت کرداروں کی اخلاقی حالت کو متاثر کرتی ہے، جیسے گھیسو اور طارہوں کی بے ہی۔

2) "سارا دن ترپتے ہرگز، جا دیکھ لو۔" گھیسو کی بے ہی ایسی ظاہر کرتا ہے مبتلا اثر نہ سمجھ جسمانی ہو بلکہ تنبیاتی سطح پر بھی پڑھتا ہے۔ یہ فتنی زندگی میں بھی جب النان صائم مسائل کا شکار ہوتا ہے تو وہ سب بروی نہیں میں یا اپنی حالت کو بہتر بناتے ہے بلکہ مغض و قلت گلتا ہے

Date:

* زمری میں بھی کئی مرتبہ ہم اپنے آس پاس کے لوگوں کی مشکلات پا دیں
 ہر یک کان سے لا تعلق ہو جاتے ہیں، جیسے کہ وہ کم دار "جو چھوٹا" میں اپنی زمری کی
 تدبیح میں اتنے لگن پس کم وہ ذمہ داروں کی فالتوں پر توجہ پہنچ دیتے
 گرتی ہے کہ عربستان کی انسانی جسمات سے بیکار نہ کم دیتی ہے
 (3) عربستان کے باعث کم دار اپنے احساسات اور بینادی انسانی ذمہ داروں
 سے عناقل بھو جاتے ہیں۔

readers.

② انسانی بے صی اور فور غرضی

- اکیانی میں بے صی اور فور غرضی کو صرکنی دیتے ہیں،
 جہاں تھیسو اور مادھر اپنے بیسوی کی لطف کو لظہ اخراج کر کے اس
 2) "تو ابنا بیرر ہے بے اسال بھر جس کے سامنے ہے جنگی کام سامنے بھوکا
 اسی کے سامنے اتے ہے ویچائی"، ان جملے میں تھیسو کی لبی بیوی
 کے سامنے بے صی ظاہر ہلکی ہے۔
- کم داروں کی فور غرضی نے ایسی اخلاقی انحطاط کی طرف ڈکھیل دیا ہے۔

③ فاغدان اور رختہ حاملوں داریوں کی زبوب مالی

- کیمانی میں فاغدان کی بینادی کمزور دکھانی لگتی ہے، جہاں
 محبت اور بسری کی کمی ہے۔
- "صرنا ہی یہے تو جلدی کیوں یہیں باتی، مادھر ہی بے صی
 اور اپنی بسری کے لیے جنماتی طور پر لپڑا ہیں۔
- عزیزت بھی پتا پر رختہ داریوں میں دراڑ آتا اور جرماتی
 خاصلہ برداشتہ

④ سماجی انصاف اور اخلاقی تعلیم

- سنون میں معاشرتی انصاف کی کمی کو دکھایا گیا ہے، جو انسان
 کی ذاتی حقوق ساز کرنے سے ہے۔ ۷۹ جو بھی کرتا، بھی اپنے آپ کو بچانے کی کوشش
 کرتا، دوسروں کی ملت سے بے پرواہ تھا
 * انسان اپنے
 فاعلیت کے لیے دوسروں کو لظہ آٹھا کرتا ہے۔
- ۸۰ یہ اخلاقی انعطاد اور انسانیت کی کے قدران
 کی نشانہ ہے ایسے ہیں
 ← اخلاقی میں دکھایا گیا ہے کہ مرکزی کم دار نہ
 صرف عرب میں لڑتے ہیں بلکہ انسانیت اور
 اخلاقیت سے بھی دوسروں پر چکے ہیں۔

Date:

(2) "جب تک دوپیسہ زبے، دولخن اور اُم مانگنے ہوئے۔

اس بدل میں ان کی صافیت ہے الفاظی اور بقاہی جو وجہ
کو واضح کیا گایے۔

(3) کرداروں کی زندگی کے مشکلات اور ان کے عز افلاتی میں
سمجھی انسان کی کمی کو اجاگر کرتے ہیں۔

CONCLUSION

سماجی بین اس بات کا اساس دلتی ہے کہ سے طرح
معاشری مشکلات انسان کی ~~معنوی~~ افلاتی اقدار اور
النسائیت کو صاف کرتی ہیں۔ یہیں یہ نے اس افسانے کے
ذریعے نہ صرف سماجی بے الفاظی کی تصوریں سختی کی
بلکہ انسان کمزور یون اور نور عرضی کو بھی بے نقاب
کیا ہے۔

چوتھی کا جوڑا

Date:

عصمت چغتائی کا افسانہ "چوتھی کا جوڑا" ایک معاشری و لفظی مضمود ہے۔ اس کی محتہت کو بیان کرتا ہے، جو پاکستان پاکستانی معاشری ڈھانچے میں عورتوں کی مختلف حالتوں اور ان کی سماجی زنگوں کے ایم بیلودوں کو اجاگر کرتا ہے۔ اس افسانہ کے ذریعے عصمت چغتائی نے عورتوں کی محروم آزادی، ان کی سماجی حیثیت، اور ان کے گردار کو بڑی فوبل صورتی سے بیش کیا گیا ہے۔ ان کے گردار کی بگرانی اور ان کے معاشرتی رشتہ داریوں کی پسچیدگیوں کا تجھیہ ہے، میں معاشرتی حقوقوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

"چوتھی کا جوڑا" میں عصمت چغتائی نے خواہیں کے رہائی کا حکم اور ان کی محنت کو باعزت طریقے سے بیش کیا ہے۔ اس افسانے میں "بڑی کی ماں" کا گردار انسانی ایمیٹ کا حامل ہے جو اپنے بزرگ بھت سے دوسروں کی زنگوں میں بیٹری لاتی ہے۔ لیکن گردار اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ عورتوں کی سماجی حیثیت حص ان کی محنت اور بزرگ بھنی ہے، نہ کہ ان کی ذاتی حیثیت یا عزت لفظی۔ بڑی کی ماں کی محنت اور اس کے کام کی ایمیٹ معاشرتی رویوں کا علاطم ہے جہاں عورت کو صرف کام کرنے والی مشین سمجھا جاتا ہے۔

① عورت کی سماجی حیثیت

- ۱) افسانے میں عورت کی سماجی حیثیت کو بہت فوبل صورتی سے بیش کیا گیا ہے۔ بڑی کی ماں کو محلے میں عزت دی جاتی ہے، مگر اس عزت کا انعام اس کے کام پر ہے، نہ کہ اس کی ذاتی عزت لفظی۔ *اس کا دل پس ماننا تھا کہ وہ اس چھوٹے جوڑے کو اپنے مورثیں اصل بینت ہے، یہ لاپیں عورت کی زندگی جستکاش کو ظاہر کرتا ہے۔
- ۲) عزت کی طرح بھی سماج جب وہ سماجی دباؤ اور اپنے احساسات کے درمیان میں بدلے ہوئے ہے۔

اس کے سوچا، تباہی اس کا مرد بھار ہے، ملک روہ ایلا، اس مشکل
اپنے اور علاط کے سامنے لاچا رہنے کو ظاہر کرتا ہے۔
جب انسان اپنے مسائل کا حل تلاشی ہیں کرپاتا یا اس کی زندگی میں مشکلات پڑھتے ہیں
تو وہ اساس نہیں کا شکار ہو جاتا ہے۔

Date:

۲) عورت کا کردار بھیست محنت کرنے والے والی عورت کی طرح دکھایا
جاتا ہے۔ معاشرتی رویوں میں عورت کی قدر اس لئے کی محنت

۳) اور خرمت یہ منحصر ہے، نہ کہ اس کی تحفیت بلز۔

۴) کمری کی سال کا محنت کمر کے باوجود کوئی ذاتی ساقم نہیں
ہے، اس طرف کا اشارہ کرتا ہے کہ عورتوں کی محنت بھی بھی
مکمل طور پر تسلیم نہیں کی جاتی۔

۵) عورت کی سماجی دستیت صرف اس کے کام سے جویں ہوئی
ہے، جو ظلم و زیارتی کا باعث بنتا ہے۔

② فائزانی تعلقات :

۱) اس افسانے میں فائزانی تعلقات کی پسپیر گروں کو بہت اچھے
انداز میں دکھایا گیا ہے۔ کمری کی سال کے کردار میں ایک
فاس طرح کی قربانی نظر آتی ہے۔

۲) راس کے لئے زرگی میں جتنی بھی تربیتیں دیں، ان کا اصل
مقصر فائزان کی نلاح و بیبور ہے۔

۳) خائزان کی روایت اور زندہ داریاں ایک عورت پر اضافی بوجھ پر
ذاتی ہے، اور عورتیں اپنے ذاتی کوایشات کو دباریتی میں۔

③ طبقاتی فرق :

۱) افسانے میں طبقاتی فرق کو بہت عرگی سے لیٹھ کیا گیا ہے۔

۲) کمری کی سال کو مختلف طبقات سے لڑنے کیا جاتا ہے۔

۳) طبقاتی تعیین عورتوں کے حقوق سے حصول میں دکاوت
ذاتی ہے، جس کے نتیجے میں دلا خود کو غریب اور کم تر
محسرس کرتی ہیں۔

* حقیقتی زرگی میں بھی یہ دیکھتے ہیں سہ طبقاتی
فرق لوگوں کے موقع، تعلیم اور زرگی کے میبار میں بڑے فرق پیدا کرتا

ہے۔ یہیں پھوٹے طبقے کے افراد اپنے خود روحی خواہیات پوری
کرتے ہیں، جو مفہوم کرتے ہیں، ویسی ہی "چھوٹی کا جوڑا" میں

صرکری کردار کی حالت بھی کوئی لبسی ہے۔

CONCLUSION

اس افسانے میں عورتوں کی محنت اور تمباکی کو دکھایا جاتا ہے، لیکن اس کے ساتھ سماقہ اس بات کو بھی اچھا کر سکتا ہے کہ کس طرح صفاتیں وہ یہ عورتوں کے حقوق اور عزت لفظ کو لٹکانے کرتے ہیں۔ پختائی نے اس افسانے کے ذریعے ہمیں یہ سچ ریا ہے کہ عورتوں کو صرف ان کی محنت اور حکام سے بیسیں، بلکہ ان کی ذاتی حیثیت اور عزت لفظ سے بھی عزت دی جائی جائے۔

Date:

اوور کوٹ

(I used this)

علام عباس کا افسانہ "اوور کوٹ" نے صرف معاشری فرقہ کو اچھا کرتا ہے، بلکہ اس میں انسان کی داخلی کشمکش اور انزواجی آزاری کے مسائل کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ افسانہ فیشن اور ظاہری جماليات کی لفاقت کے لیے پلس منظر میں ایک لذجوان کی شخصیت کا عکس پیش کرتا ہے، جو اپنے آپ کو دنیا کے سامنے انتہائی پرکش اور خور منخار ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہماری کامرانی مددار ایک فربعورت لذجوان ہے جو اپنی ظاہری حالت کے ذریعے خور کو منزد اور کامیاب دکھانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن اس کی انزوونی حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس افسانے میں علام ^{علیہ السلام} اس تعداد کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ ظاہری دنیا میں کامیابی اور خود اعتمادی کا تاثر حقیقی خودی کو چھپائے کا ایک طریقہ بھی ہو سکتا ہے۔

"اوور کوٹ" میں علام عباس نے الغزاری شناخت اور صاحب شری دباؤ کے درمیان کشمکش کو پہرین طریقے سے اچھا کیا ہے۔ لذجوان کا لباس اور اس کی ظاہری شخصیت اسے دنیا کی نظر میں کامیاب اور بالآخر بناتی ہے، لیکن اس نے انزوں کا کجب اور تنهائی اس کی کامیابی کے ساتھ سے مستضدار ہے۔

① ظاہری جماليت اور انزوونی حقیقت

- 1) لذجوان کا ظاہری لباس، اس کی چال اور اس کی خور اعتمادی اس کے انزوونی کشمکش کو بھاتے کی کوشش ہے۔
- 2) بارا می رنگ سا گرم اوور کوٹ پہن ہوئے جس کے کام میں شہر بن رنگ کے گلاب کا ایک ادھ کھلا پھول اٹھا ہوا، اس اقتیاس میں اس کا لباس اس کے فیشن اور خور اعتمادی کا آئینہ دار ہے، مگر اس کے انزوں کی حقیقت کا اظہار بین ہوتا۔

اولاً توں تے اس کی دیکھی جوں دی جی، لیکن اسے کے انہا کی حالت و لیں
و لیں تھی... " سرف ظاہری تمثیلیاں انسان کی حقیقت کو نہیں بول سکتیں، بلکہ انہوں نی
حقیقت اور خود شناسی کی صورت ہوتی ہے۔ Date:

(۱) حقیقت ہے یہ کہ ظاہری حالات انسان کی حقیقت سے کوئی
لعلت نہیں رکھتے۔ اس افسانے میں یہ تعداد صاف لفڑ آتا ہے، جہاں
نوہوان کا بایک سے تکمیل اور پر فیکٹ دکھتا اس کی انہروں نی دنیا کی
تنہیاں اور بے جسی سے مطابق طابتیت نہیں رکھتا۔

(۲) فیشن اور خود اعتمادی کا جھوٹا تاثر ہمارے معاشرے میں بہت بڑا منظر ہے۔

۱) اس کی جگہ ڈھال سے انسا باکیں بیکتا ہیں۔ اس جملے سے ظاہر
ہوتا ہے کہ نوہوان کا ایزار دسروں کے سامنے کامیاب اور خود مختار دکھنے
کے لیے ہے، لیکن اس کی انہروں نی دنیا میں خلاء اور تنہیاں بھی سوچی ہے
۲) جیسے آج کی دنیا میں سوشل میڈیا اور فیشن کی تقاضت میں افراد اپنے
آپ کو "پر فیکٹ" دکھانے کی عووش کرتے ہیں، حالانکہ انہروں کی حقیقت
مختلف ہر سکتی ہے۔ یہی تضاد ہیں اس افسانے میں دکھانی رکھتا ہے
لیکن مزت دین گے، لیکن فیشن انسانوں کو حقیقی سکون اور عزت نہیں دے سکتی

(۳) صوبی اثرات اور سماشی طبیعتی فرق

۱) سر پر سبز خلیٹ ہیئت ایک ناص انداز سے بیٹھنی دکھی ہوئی۔ اس اقتباس
میں صوبی اثرات کی جملک طی ہے، جو نوہوان کی خود کو اعتمادیت
کی عووش کو ظاہر کرتا ہے

۲) نوہوان کا صوبی طرز کا لباس اور فیشن اس بات کا اظہار ہے کہ وہ
خود کو ایک بلند طبقے کا فرد سمجھتا ہے۔ اس افسانے میں صوبی طرز
زمرگی کو اور مقامی روایات کے روصیاں فرق کو اچھا کیا گیا ہے، جو اس
دور کے صفت طبیعتی تفاوت کو بھی ظاہر کرتا ہے

(۴) انسان کی انہروں نی دنیا

۱) لیکن اس نوہوان پر اس کا بھی اثر صوبی معلوم نہیں ہوتا۔ اس

حل میں نوجوان کے جسمانی طور پر تھیک ہونے کے باوجود اس کے اندر کی بے سنسی امور سے نہیں کامیاب رہتا ہے۔

2) نوجوان کا فیشن کرنے کی سوچت، اس کی انزوںی سیاستی اور خود کی کبھی کوچھیانے کا ذریعہ ہے۔ حقیقت میں جب کوئی فرد اپنی انزوںی گیغیت کوچھیانے کے لیے سیروں دیبا سے تعلق رکھتا ہے تو وہ خود کو تنہی اور ملزمانہ محفوظ محسوس کرتا ہے۔

* فیشن کے ذریعے نوجوان اپنے آپ کو ایک مختلف طبقے سے تعلق رکھنے والا سمجھتا ہے، جو اس کے اندر کی قیمت سے جزا ہوا ہیں ہے۔ اس کا یہ عمل صفاتی تفادت اور فرز کے اندر کے تضارک کو اجاگر کرتا ہے۔

CONCLUSION

علام عباس نے فیشن، خوراکتی، بھی صحنی، اترات اور انزوںی تہیانی کے بیچ کے تضارک کو حقیقت کے طریقے ترین طریقے سے پیش کیا ہے، جو آج چوکے درر میں بھی استہانی متعلقہ ہے۔ افسانہ بھیں ہے سکھاتا ہے کہ ظاہری دنیا میں کامیابی کے باوجود اپنے سکون اور حقیقت کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

Ques ② "اور کوٹھ میں جاتے ہوئے اس نے خود کو نیا شخص محسوس کیا۔"

لا جو نتی

Date:

راجنیر سنگھ بیری کا افسانہ "لا جو نتی" ایک ~~لڑکا~~ بھرپور اور پیغمبر انسان لغفات کو بیان کرتا ہے۔ یہ افسانہ تقسیم ہنز کے پس صنفر میں لکھا گیا ہے اور اس میں محبت، عزت اور سماجی روایات کے مسائل کو بڑی حقیقت پیشی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ بیری نے اس افسانے میں صد اور سورت کے جزبات، ان کے رشتہ، اور تقسیم کے درون انسانی روح پر پہنچنے والے اثرات کو بڑی صیارت سے اچھا کیا ہے۔ "لا جو نتی" صرف ایک کہانی ہیں، بلکہ ایک علمائی ہے ان مشکلات کی جو لوگوں نے بسوائی کے بھر جھیلا۔ یہ افسانہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں یہاں سے سماج کی حقیقت اور اس کے اغیرہ معکار کی جملک لظر آتی ہے۔

اس افسانے کا مرکزی موضوع "عزت" اور "شرافت" ہے، جس کو سماج کی طرف سے جواز ملتا ہے یا رد کیا جاتا ہے۔ "لا جو نتی" کا تکمیل دار ان دونوں صفاتیں کا ہمہ شکار بن کر دکھائی دیتا ہے، جسے نہ طرف سماج کے مخصوص اصولوں کی وجہ سے تنزلیں کا سامنا ہوتا ہے، بلکہ وہ ثور بھی ابھی عزت اور ناموس کے لیے جرہ جھر کرتی ہے۔

① عزت اور سماجی اصول

1) لا جو نتی کی کہانی میں عزت کا تصور سماج کی دھار میک روایات سے مذاہ ہوا ہے۔ سورت کی عزت کا معیار اس کی جسمانی حالت اور اس کے تعلقات سے مل کر کی جاتے ہیں

2) واقعی زندگی میں بھی، سورت کی عزت کا تعین اکثر بیداری، عوامل اور سماجی رائے سے ہوتا ہے۔ اس افسانے میں یہ موضوع اس وقت تھے سماج کے جا براہ رویں کو ظاہر کرتا ہے، جیاں ایک سورت کی ذاتی آزادی کو پھیتا جاتا ہے۔

Date:

۳) سزرلال اپنی بیوی کی تلاش میں نکلا اور اس کی عزت کو
واپس یانے کے لئے برہمن کوشش کرتا ہے۔ اس سے واضح
ہوتا ہے کہ انسان اپنی عزت کی بازیابی میں کس درست
ما سکتا ہے۔

② محبت اور وفاداری

۱) سزرلال کا اپنی بیوی کے لئے وفاداری سما ظاہرہ ایک ایم
موضوع ہے، جو اس کے سردار کو مضبوط اور انسانی اقدار کے
قریب دکھاتا ہے۔

۲) حقیقتی ذرگی میں بھی محبت اور وفاداری ایسی فصوصیات میں
جو رشتہ داریوں میں ایمیٹ رکھتی ہے۔ ہمارے افسانہ میں
سے سکھاتا ہے کہ محبت صرف جسمانی تعلقات تک محدود نہیں
رہتا بلکہ ایک جسمانی سوزن اور رومنی والستگی ہوتی ہے۔

۳) سزرلال کی کوششیں اس کی محبت کی تجربائی کو ظاہر کرتی ہیں۔ ہمارے
اس بات کی لستہ ایسی کرتی ہے کہ کبھی کھار کھکھی شخص کبھی بھی
محبت صرف اس کی جدوجہد اور آر باشیں سے ثابت یہوتی ہے۔

③ سماجی دکاویں اور تبریلی

۱) انسانی میں ”دل میں لیساڑ“ کے پروگرام کے ذریعے بیری نے سماج
کی جموروں اور قدامت پسزی کو چیلنج کیا ہے۔ اس پروگرام کے
ذریعے سے دکھایا گیا ہے کہ سماج کی سوچ میں تبریلی لانے
کے لئے کتنی طاقت اور قابلیت درکار ہوتی ہے۔

Date:

۲) حد مقتضی زنگی میں بھی معاشرتی تبلیغی ہے لیے افراد کو بیشہ مخالفت کا سامنا ہوتا ہے۔ ”دل میں بسا“ کا نام اس بات کا ہی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہر شخص خود اپنی سلطخ پر تبلیغی بھی ضرور ہوتی ہے تاکہ سماج کی سلطخ پر بھی مقتضی ترقی ہو سکے۔

CONCLUSION

بیری نے اس افسانے کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ کس طرح ایک فرد کی جروہ جہر اور احساسات سماج کی سنتین مردوں میں چنس کر رہا جاتے ہیں۔ اس کے ذریعے یہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ مقتضی آزاری اور مساوات کے لیے، سماج کی قرعہ سوچ اور رحیمات کو چیلنج کرنا ضروری ہے۔ اس افسانے کی ہماری میں اپنی معاشرتی کو دیکھ کر دوبارہ سوچنے پر بھور کرتی ہے۔

کیا کلب

Date:

انتظار حسین کا افسانہ "کیا کلب" ایک لفظیاتی اور فلسفی نہ کہانی ہے، جو انسان کی داطی دنیا کو اور تیریلوں کو موضوع بنانا ہے۔ اس میں ایک شایزادے کی روحانی اور جسمانی تیریلوں کا احوال ہے، جس میں ڈواب اور حقیقت کے درمیان بھی سرحدیں دھنلا جاتی ہیں۔ یہ افسانہ نہ صرف ایک نوکری کیمانی پیش کرتا ہے، بلکہ انسان کی اصل حقیقت اور شناخت کے سوالات کو بھی اٹھاتا ہے۔ ان کی زبان اور اسلوب کی ساریں میں گھریلو چیزیں ہوئے ہیں، جو قاری کو خود کی تلاش کی گمراہیوں میں ڈوبو دیتی ہے۔

اس افسانے میں شایزادہ آزار بخت کی تبریزی انسان کی انزوں کشمکش اور خودی کی تلاش کی علامت ہے۔ اس کے جسمانی اور رُنی تحول سے انسان کے داخلی انتشار اور حقیقت کے تعلق کو بھی جاسکتا ہے۔ شایزادہ اپنے آپ کو مکمل صل تبریل دیکھتا ہے، جو اس کی روح کی تبریزی کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ آزادی کی تلاش میں چھا مگر خور سے سا شکار ہو جاتا ہے، جو انسان کی گھری اور انحراف محظوظاً کرتا ہے۔

① خود کی بھیان

- 1) شایزادہ آزار بخت کا اپنی حقیقت کو بھیاننے کا سفر ایک طاقتوں پیغام ہے۔ انسان کی زندگی میں خور کی شناخت کی تلاش کا عمل بھی ختم ہیں ہوتا، جیسے "شیزادہ پیغام" آزار بخت نے اپنے آپ کو بھولنا شروع کر دیا تھا۔ اس اقتباس سے ہے واقع ہوتا ہے کہ انسان اپنی شناخت اور مقصود کو تلاش

Date:

گرنے میں سنتا پیغمبر اور الحماد کا شکار ہو جاتا ہے۔

۲) انسان اپنی ذات اور مقصود کو بھی بغیر، زندگی کی پیغمبرگریوں میں پھنس جاتا ہے۔ جیسے ہر روز ہم اپنی مصروفیات

میں تم ہو جاتے ہیں اور اپنے اصل مقصود سے عاقل رہ جاتے ہیں

۳) فوری کی تلاش کبھی مکمل ہیں ہوتی ہیں اور اس افسانے میں

شہزادہ کی انزوں جو جہنم اس بات کا عمار ہے کہ انسان

کی ذات کا سمجھنا ایک سلسلہ عمل ہے۔

② تبدیلی

۱) "شہزادہ آزار بخت تھی بن گیا..." یہ جملہ اس بات کی نشانی ہے

کرتا ہے کہ انسان کی شکل و صورت کی تبدیلی اس کی انزوں

حالت کی عکاسی کرتی ہے۔ انسان کے اندر ہو تبدیلیاں آکتی ہیں۔

وہ اس کی شخصیت اور طرزِ زندگی پر اثر ڈالتی ہے۔

۲) انسان کی سوچ اور رویہ وقت کے ساتھ برلتے ہیں، جیسے ان کے تجربات اور حالات برلتے ہیں۔

۳) معاشرتی نظام میں تبدیلی، جیسے اپنی کمزوریوں سے نکل کر اپنی غلطیوں سے سکھنا، بھی ایک ایمیں ہے۔

⑤ خواب اور حقیقت کا انتزاع

۱) "اس نے بہت یاد کرنا چاہا کہ رات کس عالم میں گزری، اور دو

خواب کیا تھا؟" یہ اقتیاص انسان کی ذہنگی انزوں کی ستمکش کو

ظاہر کرتا ہے کہ جب حقیقت اور خواب ایک میں گزوڑ مزدہ ہو جاتے ہیں۔

۲) ذہنگی کی کامیابی یا ناکامی نہ صرف حقیقت کا مہله نہیں ہے، بلکہ انسان کے خوابوں اور آدھواری تسبیح

بھروسی ہے۔" یہیں سکھاتا ہے کہ ہماری حقیقت اور

خواب ایک میں جو ہے ہوتے ہیں، اور یہ ہماری

زندگی کی کامیابی یا ناکامی کا سبب بنتے ہیں۔

سمندر کی چوری

Date:

آصف فرمی کا افسانہ "سمندر کی چوری" ایک گھنی اور غمگین ہے۔ اس کی بھائیں ہیں جو ایک عجیب و غریب سورت حال کو اجادہ کرتا ہے۔ اس میں سمندر کی اچاک عنیاب کی صورت میں النانوں کے درمیل اور ان کی بے حسی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ فرمی اس کہانی کے ذریعے ہمیں دکھاتے ہیں کہ النان کس طرح اپنی روزمرگی زندگی میں اتنے لگن رہتے ہیں کہ اپنی بڑی تسلیموں اور مسائل کا اندازہ ہی ہمیں ہوتا، چاہیے وہ کتنے بھی سگین یعنی سوں سوں۔ اس افسانے میں سمندر کا عنیاب صرف ایک قدرتی تسلیمی ہمیں بلکہ ایک علاحدہ ہے جو النان کی بے خبری اور فطری ہے جس کو ظاہر کر کر پیسے۔ افسانہ ہمیں ہم سکھاتا ہے کہ جب تک النانی فطرت میں ایک بڑی تبدلی آئی ہے، تب تک لوگ اس کے اثرات کو نہیں سمجھ پاتے، اور حقیقت کا سامنا کرتے سے انظار کرتے ہیں۔

① عنایب اور تسلیمی

- ۱) سمندر کا عنایب تھا صرف قدرتی تسلیمی کی علاحدہ ہے، بلکہ النانوں کی بے قیمتی اور حقیقت سے انکار کی بھی علاحدہ ہوتا ہے۔
- ۲) "سمندر کی بگر بڑا سارا گھوہا تھا اور چیل زمیں۔" یہ اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ قدرتی وسائل کی تمیابی کو یہم محمدی سمجھ کر لفڑ انداز کر دیتے ہیں۔
- ۳) حقیقتی زندگی میں بھی یہم بہت ساری تسلیموں کو خودی طور پر نہیں سمجھ پاتے اور ان کی ایمیٹ کا اندازہ

تب ہوتا یہ جب وہ یہاں روزمرہ زندگی کو بردا
رات مناثر کرتی ہے۔

② انسان می بے حصی

۱) «کیا ہو گیا، کیا بات ہے؟ نہ آئے والے شروع سے بات سے
سما پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اقتباس اس بات کی طرف
اشارہ کرتا ہے کہ جب تک بچہ برا یا غیر معمولی نہ
ہو، یعنی اپنی زندگی میں تیریلیوں کا ملکی اندازہ نہیں
لکھتے۔

۲) انسان اکثر سوالی یہ تیریلیوں کا عالمانہ حرف سے کرتا ہے اور
ان کی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے جب تک وہ ان کی
زندگی پر اثر انداز نہ ہوں۔

۳) ... معاشرتی سوالی پر بات کرنا اور ان پر عنور کرنا یہاں
اجتہادی ذمہ داری ہے، نہ کہ معرف اپنے ذاتی خاترے کے
لئے ان سے پہنچنا۔

③ بیوہا پر لیٹائی اور جنس

۱) سمندر افسانہ میں لوگوں کو ملکع یہوتا اور ایک دوسرے سے
سوالات کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ انسان
بھیشہ جس کا شکار ہوتا ہے اور غریب واقع حالات کے مابین
میں صلحومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔

۲) ”وہ سب سمندر کا پُرسا دینے آئے ہیں۔“ یہ لکھ بھیں
 بتاتا ہے کہ انسان قوف یا جنس کے باعث دوسرے
 سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، چاہیے اس
 کی حقیقت کو تسلیم نہ کیا ہو۔

CONCLUSION

ہے افسانہ یہیں ہے سکھا تا ہے کہ یہم اپنی روزمرگ کی زندگی میں تبریلیوں کو مجموعی سمجھ کر نظر انداز کرے ہیں، لیکن جب وہ تبریلیاں یاد سے سامنے آتی ہیں تو یہم ان کا صحیح اندازہ نہیں لٹا پاتے۔ اس ہماری کے ذریعے آصفت غرضی ہیں اس بات کی اہمیت یاد دلاتے ہیں یہ کہ ہیں اپنی حقیقت کے سامنا کرننا چاہیے اور اپنی زندگی میں آنے والی تبریلیوں کو سمجھنا چاہیے تاکہ یہم ان سے نہیں کے مقابل ہو سکیں۔

نجل

- شہر ملکہ بیٹیں
1. صرزا داعز دہلوی ←
 2. علامہ اقبال ← شہر ملکہ کو شہر ملکہ کے
 3. فیض انہر فیض ← شہر ملکہ کے
 4. جون ایلیا ← شہر ملکہ کے
 5. احمد فراض ← شہر ملکہ کے
 6. میر لقی میر ⑥ حباب ... ← شہر ملکہ کی سی بے ②

صرزا داع دلہوی

Date:

۱۔ عذر آئے میں بھی ہے اور بلاست بھی نہیں
باعد ترک ملاقات بتاتے بھی نہیں

لشیع : - یہ شعر محبوب کی بے اعتنائی اور بے رُخی کا شکوہ ہے :
محبوب کے پاس نہ آنے کے عذر موجود ہیں لیکن وہ عاشق کو اپنی طرف
بلاست کی رحمت بھی نہیں کرتا۔ محبوب سر پاس کوئی حقیقی وجہ نہیں
یہوں کہ وہ ملنے سے گریز کرے۔ یہ شعر محبوب کے رویے کی عماقتوں
کرتا ہے کہ وہ نہ تو ملنے کی کوشش کرتا ہے اور نہ ہی کوئی جواز
بتاتا ہے۔ اس بات سے عاشق کشمکش اور بے یقینی کا شکار ہو جاتا ہے۔

۲۔ منتظر ہیں دُم رخصت کے لیے مر جائش (و ت جائش)
بھر لیں احسانِ کام ہم چھوڑ کے جاتے بھی نہیں

لشیع : - یہ شعر اس اضطراب کو ظاہر کرتا ہے جو محبوب کی طرف سے
ملنے سے انفار پر شاعر محسوس کرتا ہے۔ شاعر یہاں یہ کہتا ہے کہ
وہ محبوب کے صرف نہ انتظار کر رہا ہے بلکہ وہ اس سے رخصت رکو
سکے، نتین ساکھی ہی یہ بھی بتا رہا ہے کہ وہ اسے چھوڑنے کا ارادہ
نہیں رکھتا۔ یعنی وہ جدائی کے باوجود غدت میں گرفتار ہے۔
یہ شعر طنزیہ (ہمیں) میں عاشق کی تکلیف اور محبوب کی خود غرضی
کو بیان کرتا ہے۔

۳۔ سر انہاؤ (و ت سیو) آنکھ ملاو (و ت سیو)
نشہ میں میں نہیں پند کے حالت بھی نہیں

لشیع : - شاعر اپنے محبوب کو بلاست ہے کہ وہ غنور کو چھوڑ کر ہے انکھوں
میں آنکھیں ڈالی کر بذات کرے۔ وہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے
ہے کہ اس کی آنکھوں میں شراب یا نیند کی طرح نہش نہیں ہے،
یعنی وہ کسی غفلت یا مصلحت میں نہیں ہے بلکہ سچائی تر

Date:

ساخت اس کی طرف موجہ ہو رہا ہے۔ یہ شعر شاعر کی بے غرضی اور سمجھی محبت کو ظالہر کرتا ہے اس شعر میں محبوب کے اویے کی لاعلی نور عاشق کی خواہش کو بیان کیا ہے۔

4 - کیا کہا بھر لے کپو ہم نہیں سنت تیری
نہیں سنت تو ہم الیسوں کو سناتے بھی نہیں

اس شعر میں شاعر محبوب کی بے حسی کا شکوہ کرتا ہے کہ جب وہ کچھ کہتا ہے تو محبوب اسے نہیں سنتا اور ہڑوہ یہ بھی بتاتا ہے کہ اگر وہ سنیں یعنی، تو وہ ان کی باقون پر لوقب نہیں دیں گے۔ یہ شعر دکھلتا ہے کہ محبت کی عدم موجودگی یا بے رخی انسان کو کیسے مالیوس کر دیتی ہے۔ یہ شعر محبت میں طنز مندرجہ کا لیک منفرد نمونہ ہے۔

5 - خوب پرداز ہے کہ حملن سے لگے بیٹھے ہیں
حلف بھی نہیں ماصن آرے بھی نہیں

شاعر یہاں محبوب کے احتیاط اور پردے میں بیٹھا ہے اور نہ تو اس چھینگ کہتا ہے کہ محبوب پردے میں بیٹھا ہے اور نہ تو اس چھینگ کی کوشش کرتا ہے، نہ ہی وہ سامنہ آگزیت کرنے کی چیزوں کو رکھتا ہے۔ یہ شعر محبوب کی بناء گزشتی اور بھکھا سست کو ظالہر کرتا ہے، جیسے وہ اپنی محبت کو چھینگ کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ شعر محبوب کی شماریت اور عاشق کی بے تابی کو ظالہر کرتا ہے۔

Date:

۱ - مجھ سے لاغر تری آنکھوں میں کھلتا ہوتا رہے
بیتفہ سے نازک صہری نظرور میں سمات ہوئی ہیں

یہ شعر شاعر اور محبوب کی آنکھوں میں فرق کی وضاحت کرتا ہے۔ شاعر کہ کہنا ہے کہ اگرچہ محبوب کی آنکھوں میں کچھ خاص بات ہوئی ہے، جو اس کے دل میں کھلتتی رہتی ہے، لیکن اس کی نظر میں، وہ غیبت کی شدت اور جذبے میں اتنا نازک ہے کہ وہ اس میں کھوئیں پاتا۔ یہ شعر غیبت کی بے چینی اور بے خودی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس شعر میں عاشق کی حالتِ زار اور محبوب کی بے حسی بیان کی گئی ہے۔

۲ - دلختت ہو مجھ مغل میں نہ اشاد ہوا
کون بیٹھا ہے اسے قل امداد ہوئی ہیں

یہ شعر مغل میں شاعر کے احساس بے قدری کو ظاہر کرتا ہے۔ جب وہ مغل میں داخل ہوتا ہے، تو لوگ اسے نظر انداز کرتے ہیں یا اس کی موجودگی کو ابھت نہیں دیتے۔ اس شعر میں شاعر کے دل کی کھلائی (اور تھیلائی) کا اظہار ہے، کہ اسے معاشری طور پر کوئی قدر نہیں ملتے۔ اس شعر میں محبوب کی بے اعتمادی کو بیان کرتا ہے۔

۳ - ہو جما مقطع تعلق و حفاظت کیوں ہو
جن کو مطلب نہیں رہتا وہ نہاتے ہوئی ہیں

شاعر اس شعر میں محبوب کی طرف سے تعلق کے لوطیں کے بعد کی میورخانل پیر غور کرتا ہے۔ وہ یہ سوال اٹھاتا ہے کہ جب کھل رشتہ ختم یوچھا ہے اور محبت با (جیسی) نہیں رہی، تو پھر وہ شخص کیوں تعلقیں رہتا ہے یا جفا کر رہا ہے؟

Date:

یہ شعر رشتہ کے خاتمے کی سنت حقیقت اور اس سے جڑی
صلیعیں کو بیان کرتا ہے۔

9 - زیست سے تک ہو اسے داع نہ حیر کیوں ہو
جان پیاری بھی نہیں جان سے جاتے بھی نہیں

آخر کار، شاعر اپنی (ندروی) کشکش اور مالوسی کا اظہار کرتا
ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حب زندگی میں اتنی تقلیف اور غم ہے
کہ وہ نسلت سے تک آچکا ہے، اور پھر وہ زندگی کو کیوں
چاری رکھتے؟ اس کا حل زندگی کی بینواری کی علاحدت بن
چکا ہے (اور وہ جان بھی نہیں جانتا، پھر بھی (اسے چھوڑتا نہیں)۔
یہ شعر محبت کے درد، جدائی کی شدت اور انسانی کمزوری
کو ظاہر کرتا ہے۔

علامہ اقبال

Date:

گیسوٹ تابدار کو (ور بھی تابدار کر
بیوش و خود شکار کر قلب و نظر شکار کر)

۱

لشیع: - اس شعر میں علامہ اقبال محبوب یا الہامی سستی سے دعا گو ہیں کہ وہ اپنی زیماں کو اور بھی تباہ (چکدار) کر دیں۔ ”گیسوٹ تابدار“ (حکتے ہوئے مال) ایک استعارہ ہے جو محبوب کی حسینت یا الہامی صفات کو ظاہر کرتا ہے۔ اقبال چاہ رہے ہیں کہ ان صفات میں لور زیادہ روشنی ہو۔

دوسری حصہ میں اقبال عقل و بیوش (بیوش و خود) کو شکار کرنے کی بات کرتے ہیں، یعنی وہ حادثتے ہیں کہ ان کی عقل و فہم محبوب یا الہام کی جلوہ گیری میں مکمل طور پر محو ہو جائیں۔ ”قلب و نظر“ سے شکار ہونے کا مطلب ہے کہ انسان کی نفع اور آنکھیں دونوں حقیقت کو روحانی طور پر دیکھیں اور سمجھیں۔ میلان اقبال ایک ایسی حالت کی طرف (شارہ کر رہے ہیں) جہاں دل کی کیفیت اور نظر کی بصیرت غالباً آجاتی ہے۔

۲ - عشق یہ ہو جواب میں حسن کی ہو جواب میں
یا تو خود آشنا ہو یا مجھے آشنا ہو

(اس شعر میں اقبال عشق (ور حسن) کی حقیقت کو بیان کر رہے ہیں۔)
”عشق“ اور ”حسن“ دوں کو پروردہ میں جھپٹایا گیا ہے۔ اقبال (س) بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ جب تک عشق (ور حسن) پر دے میں ہیں، ان کی حقیقت واضح نہیں ہو سکتی۔ اب اقبال کی خواہیں یہ ہے کہ یا تو یہ دوں (عشق (ور حسن)) خود ہی تحل کر سامنے آئیں، یا پھر وہ خود ان کو دلخیز اور سمجھنے کے لئے بصیرت کو اعماق تر دیں۔ یہاں اقبال ایسی آنکھیں جترے کی طرف (شارہ کر رہے ہیں) جہاں انسان کو خدا یا محبوب کی حقیقت کا ادراک ہو۔

3 - تو سے محیط بیکار میں ہوں درا سی آب جو
با فو سیکنار کریا جمعہ بر لئنار کر

اس شعر میں اقبال خدا یا محبوب کے بے پایاں کمالات اور اپنی محدودیت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ (محدود بیکار) لا محدود وسیع خدا اپنی استعارہ سے جو خدا کی عظمت اور وسعت کو ظاہر کرتا ہے۔ جیکب ”درا سی آب جو“ (صرف لہ جھونی سی رانی کی بوند) اقبال کی اپنی ممنوری اور محدودیت کو بیان کرتا ہے۔ اقبال خدا سے دعا کر ہیں کہ وہ با تو انہیں اپنی لا محدود حقیقت کے قریب لے آئیں یا پھر انہیں اس لامتناہی حقیقت میں عنقر کر دیں تاکہ وہ اپنی حقیقت میں مکمل طور پر فرم ہو جائیں۔

4 - میں ہوں صدف تو شیری ہاتھ صدر کھر کی آبرو
میں ہوں حذف تو فتحی گویر شاہیوار کر

اس شعر میں اقبال اپنی روح کی حالت اور خدا کے تعلق کو بیان کر رہے ہیں۔ ”میں ہوں صدف“ (میں یہیں سیپی ہوں) ایک استطریحہ ہے جس سے اقبال اپنی روح کی گھرائی اور فردادی کو ظاہر کرنے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جس سے میں قسمیتی موتی کی موجودگی چھپی تختی ہے، وہیستے ہی ان کی روح میں ایک اعلیٰ حقیقت چھپی ہوئی ہے۔ ”تیرے ہاتھ“ سے صدر خدا کی قدرت کا سے جو اقبال کی روح میں چھپی حقیقت کو بنا لے رہا ہے۔ ”کھر کی آبرو“ کا مطلب یہ کہ خدا کی صدر ستے یہ حقیقت اپنے کر سامنے آئے ”حذف“ (دریا) ایک اور استعارہ ہے جو خدا کی وسیع حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اقبال کا کہنا ہے کہ آخر وہ حذف بن کر اس میں عنقر پوچاہیں تو ان کی حقیقت مکمل طور پر گوہر (موتی) کی شکل اختیار کرے گی۔

Date:

5 - نغمہ نو بیہار آگر میرے نفس میں نہ ہو
 اس دم شیم سوز کو طالبی نہار کر

اس شعر میں اقبال اپنی تقدیر اور خواہشات کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ لہت ہیں کہ آگر ان کے نصیب میں نہ موسیم نہ آئے تو وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں اسے بھار کے پرندے تھی طرح روشن کر دیں تاکہ ان کی کوششوں میں نئی زندگی عیتازی اور خوبصورتی ملے۔

یہ ایک نیا زاویہ ہے جہاں اقبال اپنی خود عمل کے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، چاہے ان کی تقدیر میں جو ہو، وہ اس میں اپنی روحانیت اور جذبات کو شامل کرے (یہ بہتر بنالیں)۔

6 - بھشت سے مجھ حکم سفر دیا تھا کیوں
 کار جہاں دنماز ہے اب مٹا انتظار کر

اس شعر میں اقبال جنت سے اپنی موجودہ حالت کا موازنہ کر رہے ہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں کہ اپنی حبست سے نکلنے کا حکم کیوں دیا گیا تھا اور وہ جنت کی (اس حالت) میں والیں جان کی تھیں۔ اس میں شاعر کہہ رہے ہیں کہ دنیا کا سفر بہت طویل ہے اور وہ اس کی مشکلات کو جعل رہتے ہیں۔ یہاں اقبال خدا سے دعا کر رہے ہیں کہ اپنی قتل کی حقیقت تبلیغ ہے۔

Date: _____

7 - لغز حساب حب مرا پیش ہو دفتر عمل
آپ کھی شرسوار ہو جو فوج کو بھی شرسوار

اس شعر میں اقبال قیامت کے دن کا ذکر کر رہے ہیں جب انسان
کا عمل خدا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اقبال چاہتے ہیں کہ
جب ان کے اعمال کا حساب ہو، تو خدا کی نظر میں میں لئے کہ
گناہ اور کوتایاں سامنے نہیں۔ خدا بھی ان کے اعمال کی بدولت
شرمندہ ہوں۔ اقبال کی یہ دعا ہے کہ ان کا عمل اتنا نیک ہو
کہ خدا بھی ان سے شرمندہ ہو اور وہ بھی خود اپنے اعمال سے
شرمندہ ہوں یعنی ان کے اعمال میں اتنی یاکیری (افر صداقت)
ہو کہ وہ خدا کی رضا کے حق دار بن سکیں۔

شیخ احمد منیض

Date:

1 - دو لفڑ جہاں تیری محبت میں ہار کے
وہ جارہا ہے کوئی شب غم گزار کے

اس شعر میں شاعر نے محبت کی شدت اور اس کی طاقت کو بیان کیا ہے۔ ”دو لفڑ جہاں“ سے مراد یہ ہے کہ النسان کی زندگی کا تمام تجربہ اور اس کی تمام دنیا کی محبت کی حقیقت سے مذاقہ یعنی یہ شاعر نے کہا ہے کہ وہ اس محبت میں ہار گئے ہیں، یعنی ان کی ساری کوششوں کا نتیجہ صرف محبت کی تسیل و قبولیت میں ہے جس میں ان کا کسی دنیا وی کامیابی کا کوئی حصہ نہیں۔ ”وہ جارہا ہے سے مراد ہے کہ ایسا شکن جو رنج و عمر کی راتیں گتلہ حپا رہے، اب زین رنگی کی رایسوں کو جھوٹ کر چلا جا رہا ہے۔ اس میں (س) کا دل نظر پہا اور رجیب ہے سے، مگر وہ غم کی رات کو گزار چکا رہے۔ اب وہ کسی بھی تکلیف، مساصنا کرنے کو تیار ہے۔

2 - ویراں ہے مے کردہ و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ رونگ گئے دن ہمارے

اس شعر میں شاعر نے ایک مکارے کی منظر لکھی کی ہے جو غم و فلاں کی علامت ہے۔ اس میں شاعر نے حد فر کرے کی ویراں کا دکھ کیا ہے جو عیش و عیشت کے بدالے غم کا منظر پیش کرتا ہے۔ شراب کے برتن بھی اداس ہیں، یہ بتانے سے لید کہ جہاں خوشی اور محفلیں تھیں، وہاں اب غم اور عاوی سی کا سایہ چھا گیا ہے۔ ”تم کیا گئے کہ رونگ گئے دن ہمارے“ میں شاعر نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ جب حبوب کی موجودگی ختم ہو جاتی ہے تو ساری دنیا کی ریتیں ماند پیڑ جاتی ہیں۔ جیسے بہار کا موسم چلا جائے تو سارے دن سیلے اور سرد ہو جاتے ہیں۔

Date:

۳ - اک فرمیت گناہ ملی وہ بھی چار دن
دیکھتے ہیں ہم ز حوصلہ بیور دفال کر

شاعر اس شعر میں انسان کی زندگی کی فانی و قعیدت کو بیان کر رہا ہے۔ اس شعر میں وجہ یہ بتا رہے ہیں کہ زندگی میں گناہ کرنے کی لیکن مختصر مدت ملی تھی اور وہ بھی نہایت مختصر صرف چار دن۔ اس میں وہ (اس) حقیقت کو ظاہر کر رہتے ہیں کہ انسان کی زندگی میں گناہ کرنے کی وجہ مستقل موت تھیں ہوتی بلکہ یہ بھایت اور عبوری جیسی ہے۔ پھر وہ اللہ کی رحمتاً (اور اس کی پذیری سے) سامنے اپنی عاجزی اور بندگی کا ذکر کرتے ہیں۔

۴ - دنیا نے تیری یاد سے بچائی کر دیا
بچوں سے بھی دل غریب نہیں علم فرقہ اور حکم

اس شعر میں شاعر (دنیاوی) مصائب اور ان کے اثرات پر گفتگو کر رہا ہے۔ اس شعر میں وہ اس بات کا ذکر کر رہا ہے کہ دنیا کی مشکلات اور مسائل اتنی بڑھ گئی ہیں کہ وہ محبوب تی یا تر سے بھی عافل ہو گئے ہیں۔ اس میں شاعر یہ بتاتا ہے، اس کم دنیا کے حمل مسائل اور پریشانی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ان کی زندگی میں محنت کی یاد بھی حفظ نہ ہر کثی۔ اب دنیا کی حقیقتیں نہ اپنیں اس مقام تک پہنچا دیا ہے کہ محبوب کی یاد بھی حل کو کھرا کر جیں کرنے کلتی ہے۔

۵ - بھولے سے مسلکا تو دیے بھی وہ آج قبیض -
مت بچھو ولوں دل ناکر کر کار کر

اس آخری شعر میں شاعر فیض لہر فیض اپنی ذاتی کیفیت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس شعر میں وہ محبوب سے اپنی ملاقات اور

Date: _____

مسکر اپت کا ذکر کر رہے ہیں جو ایک مکنزیو ٹھوڑی سی امید کی
مانند تھی۔ اس میں شامیز نے اپنے دل کی حالت کو بیان
کیا ہے کہ وہ دل کی بے بسی اور مالیوسی کی حالت میں ہے
دل میں وہ ولغت اور جوش نہیں رہتا جو بیل تھا، پہلے خوشی
کے سبب بتا تھا، اب ناکام اور بے اثر ہو چکا ہے۔

بُونِ ایلیما

Date:

۱۔ نیا آں رشتہ پیدا کیوں کریں ہم
بچھڑنا ہے تو جھگڑا کیوں کریں ہم

شاعر یہاں زندگی کی حقیقت کو بیان کر رہا ہے کہ جب ہم کسی سے پچھڑنا ہتی ہے تو نئے رشتہ بنات کی تو شش نیوں کی جائے ہے جھگڑوں تکلیفوں کی بجائے اگر جدائی مقدر ہے تو اس میں پیشیدگی کیوں پیدا کی جائے بلکہ سادہ اور نرم طریق سے زندگی کے اختتام کو قبول کرنا بہتر ہے۔ اس میں ایک مخلصہ نرمی اور فطری حسن ہے جو زندگی کی تلفیزوں کو سہارا دیتا ہے۔

۲۔ ٹھوٹی سے ادا ہو رسم دوری
کوئی ہفگامہ بپڑا کیوں کریں ہم

(اس شعر میں شاعر نے کہا ہے کہ جب انسان کے درمیان غافل بڑھ جائیں یا جدائی کا وقت آئے تو اسے خاموشی سے ایک احترام کے ساتھ کمزور نہ جائیں۔ شور و ہفگامہ کرنا یا دلائل کرنا کیوں ضروری ہے۔ جب فصلہ دوری کی علاحدت ہو تو اسے عنزت سے قبول کرنا بہتر ہے۔)

۳۔ یہ کافی ہے کہ ہم دشمن نہیں ہیں
وفادری کا دعویٰ کیوں کریں ہم

یہاں شاعر کہیں رہے ہیں کہ ہمارا ایک دوسرا کے ساتھ دشمنی نہ ہوئی کہ (رشتہ ہم) طرفی ہے۔ وفاداری یا تدبیت کا دعویٰ کرنے کی بجائے سیاسی (اور خاموشی) کو اپنا نیادہ اہم ہے۔ کبھی کھوار اپنی والبنتگی کو لفظوں میں بیان کرنے زیادہ عنزت میں اضافہ نہیں ہوتا۔

Date:-

4 - وفا اخلاص قربانی محبت اب ان لفظوں کا پیچا لیوں کریں ہم

شاعر اس شعر میں یہ سوال کرتا ہے کہ کیا ہم اب وفا اخلاص (قربانی) اور محبت جیسے لفظوں کا پیچا کر کے ان کی حقیقت کو تلاش کریں، اس سے صراحت یہ ہے کہ انسان ان لفظوں کی اصلیت کو سمجھنے بغیر ان کا سمجھا لے کر اسے لیکن کبھی کبھار ان کی حقیقت صرف زبان سے نہیں، بلکہ عمل سے جانی جائی ہے۔

5 - سنادیں عصمت صریم کا قہقہہ پر اب اس بلب کو واپسیوں کریں ہم

شاعر نے اس شعر میں مذہبی اور ثقافتی حوالہ سے صریم کی عصمت کا ذکر کیا ہے۔ وہ اس بات کو نیز بحث لاتے ہیں کہ جب مافی میں کسی واقعہ کو اتنی بڑی عزت دئی جا چکی ہے تو اس بات کو دوبارہ کھولنے کی کہاں ہمیزی ہے؟ صریم کا قہقہہ ایک روشن مثال ہے۔ (اور اس کو یہ وقت ذہراً کتر کیا حاضل ہے)۔

6 - زلینیا کے عنبریزال بات یہ ہے بھلا کھاٹ کا سودا کیوں کریں ہم

یہاں شاعر زلینیا کے کمردار کو بطور مثال پیش کرتے ہیں وہ رسم بات پر حیثیت کا اظہار کر رہے ہیں کہ کسی کو اپنے جذبات کا سودا کیوں کھرنا چاہیے۔ زلینیا کے معاملے میں اس کے احساسات ما فربیانیں کسی کے حق میں نہیں گئیں، اور شاعر اس کا ذکر کرتے تو وہ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کیوں نہم کھاٹ کے سودا کروں۔

Date: _____

7 - ہماری ہی متنا کیوں کرو تھے
تمہاری ہی متنا کیوں کریں ہم

یہ ایک سمجھیہ سوال ہے جو شاعر کے لعماقوی یہلو کو بیان کرتا ہے
شاعر یہاں سوال کرتا ہے کہ تم اپنی متنا کی خواہش کرنے پوچھ لیکن
کیا ہم تمہاری خواہش کی تکمیل کا بوجھ کیوں اٹھائیں۔ دونوں
طرف (۲) چاہتے اور خواہشیں دوغلیں ہیں لیکن ساختہ شعری حل سنتیں

8 - کیا تھا عہد جب لمبواں میں ہم تو
تو ساری عمر ایفا کیوں کریں ہم

اس شعر میں شاعر اس سوال کا جواب طلب کر رہا ہے کہ جب ایک عہد
یا وعدہ صرف ایک بھی میں ہوا تھا تو اُسے بولا کرنا کا تقاضا ساری
زندگی کیوں کیا جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ بعض وعدے اور عہد
وقتی ہوتے ہیں اور ان کی تکمیل کے لیے ساری عمر کو ممتاز ہم بناانا
غیر منوری ہے

9 - اٹھا کر کیوں نہ چھینکیں ساری چیزوں
فقط کمبوں میں ٹھہ کیوں کریں ہم

شاعر یہاں زندگی کے بوجھ کو بیان کر رہا ہے۔ جب یہیں اتنی زیادہ اشیاء
ہو یا یہیں بوجھ کر دتی ہیں، تو یہیں اپنیں کچھ نہ سمجھ سکتا یہ کہ طرف
لکھ دیں۔ کیوں ان چیزوں کی غلبوں میں مبتلا رہیں۔ اس شعر کا مقصد
یہ ہے کہ انسان کو اپنے بوجھ سے آزاد ہو کر ایک یہکی زندگی گزارنے چاہیے۔

Date: _____

10 - جو اک نسل فرموایہ کو سمجھی
وہ سرمایہ الہما کیوں کریں یہ تم

شاعر اس شعر میں یہ سوال کرتا ہے کہ اگر ہماری نسل خود مانپوس ہو
چکی ہے تو سرمایہ یا دنیا دولت حق کرنے کا کیا فائدہ - انسا
سرمایہ جو ایک فرد یا نسل کے لیے فائدہ مدد نہ ہو، اس کا الہما
کرنا کیوں ضروری ہے

11 - پئیں دنیا کو جب بہروا بخاری
تو چہر دنیا کی پروائیوں کریں یہم

شاعر اس شعر میں دنیا کی بے رحمی کو بیان کرتا ہے - اگر دنیا بخاری فر
پئیں کرتی تو بھر ہم دنیا کی فکر کیوں کریں - یہ شعر خودداری اور
عنیت کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ انسان کو اپنی عزت اور محیا
کو لپیٹرنا بخوبی کوشش کرنے چاہیے، بجا ش اس کر کہ وہ دنیا کی سلسلہ
کر پیچھے بھاگے۔

12 - بڑپن میں سر بازار تو کسا
بلا انہوں سلپرڈہ کیوں کریں یہم

شاعر اس شعر میں ایک بہت سی واضح سوال اٹھاتا ہے کہ جب انسان
خود بے نقاب ہو اور سچ کا اظہار کر رہا ہو، تو انہوں سے اپنی
حقیقت پھیانے کی کیا فضور تھے - اس میں ایک بے خوبی اور
بے بآک رویہ موجود ہے کہ انسان کو اپنی حقیقت تو پھیانے کی بجائے
اس کا کھل دل سے سامنا کرنا چاہیے۔

Date: _____

13 - ہیں بائندے اسی بستی کے ہم ہی
سو خود پر بھروسا کیوں کریں ہم

شایر اس شعر میں انسان کی مکروہی کو بیان کر دیا ہے۔ وہ سوال
کرتا ہے کہ جب ہم ہی اسی دنیا کر دیں تو اور اپنی ذات پر
بھروسہ نہیں رکھتے، تو پھر دوسروں لوگوں پر بھروسہ کیوں کریں۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے آپ پر اعتقاد کرنا چاہیے
تاکہ وہ دنیا میں خود کو تسلیم کر سکے۔

14 - جیالیں کیوں نہ خود ہی اینا ڈھانی
عین رات صھیا کیوں کریں ہم

شایر اس شعر میں دھکاتا ہے کہ انسان اپنی تقدیر اور خالت کو
خود بہتر کر سکتا ہے۔ کیوں سبی اور پر محروم رہ کر اپنی حالت
سدھارنے کی کوشش کی جائے۔ جب انسان خود اپنے مسائل کو
حل کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو دوسروں سے تقاضات بکھر کی
کوئی وجہ نہیں۔

15 - بڑی رہنے دو انسالوں کی لالش
زمیں کا بوجھ بلما کیوں کریں ہم

اس شعر میں شایر زندگی کی بیان کرتا ہے وہ اس
بات کا اظہار کرتا ہے کہ ہم اگر انسالوں کی لاشوں کا بوجھ اٹھائیں
گر تو بخار کے لیے خود اپنی زندگی گزارنا مشکل ہو جائے گا۔ ہمیں انسالوں
کے مسائل میں نہ ہیں تھے خود پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

Date:

۱۶- یہ بستی پر مسلمانوں کی بستی
یہاں کار میں آکیوں کریں لیں

آخر کار شاعر اس شعر میں مسلمانوں کے معاشرتی اور دینی تعلقات کو
ذیر بحث لاتے ہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں کہ جب ہم خود اپنے اعلان (اور
مسئلہ میں) ہوئے ہیں تو میںجا تھا تردار ادا کرنے کیا انورت
سے اس میں یہک تحریک اور حقیقت (پسندی) کا علاقہ ہے۔

احد منراز

Date:

۱- رخشش ہی سبھی دل ہی دھکانے کے لیے
آپھر سے بھجھوڑ کے جانے کے لیے ۲

اس شعر میں شاعر نے ایک ایسا جذباتی پیغام دیا ہے جس میں وہ اپنے محبوب کو اپنی اذیت کی عفاف سے کرتا ہے۔ اس شعر میں شاعر کا مطلب ہے کہ چاہئے یہ درد اور تعلیف ہی کیوں نہ ہو، تھیر بھی محبوب لاکر دل کو دکھانے سے۔ شاعر محبوب سے چاہتا ہے کہ وہ والپس آگر اسے ایک اور بار تعلیف دے کر کیوں کہ وہ اپنی محبت میں (تنے ٹکنیں اور مجموعہ) سے کہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی حسینی کو حصلہ کے لیے آجاتا۔ اس میں ایک معصومیت اور عجز کا بھلو بھلو ہے۔

۲- بکھر تو مصرے بندار محبت کا بھرم رکھ
تف بھی تو کھی بخو کو منانے کے لیے ۳

یہ شعر شاعر کی انا اور خودداری کے حوالے سے ہے۔ وہ اپنے محبوب سے درخواست کر رہا ہے کہ کم از کم اس کی محبت طے ہوڑاً ہے۔ اعتراض باتی رکھے اور اگر اسے اس سے محبت ہے تو کم از کم اسے منانے کی کوشش کرے۔ شاعر کہہ رہا ہے کہ محبت میں جو غیر محسوس خودداری ہوتی ہے، وہ نہیں لوٹنی چاہیے۔ شاعر کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ محبت میں دکھاؤ کرے، اگرچہ یہ دکھاؤ بھی فضوری ہے۔

۳- پبلے س صراسم نہ سی) بھرن بھی کبھی تو
رسم و رہ دنیا ہی بنھانے کے لیے ۴

اس شعر میں شاعر ایک حقیقت بیسندانہ درخواست کرتا ہے۔ اگرچہ ان کے درمیان پبلے سے کوئی روابط یا تعلقات نہیں ہیں، لیکن وہ دنیاوی لکاظ سے معمول کے مطابق ایک دوسرے سے ملنے کی قوچ رکھتے ہیں

Date:

یہاں (اسم و رہ سے مراد ہے وہ سماجی تعلقات جو کسی حد تک لازمی ہوتے ہیں، جس سے ملاقاتیں یا باتیں حیثت - شاعر اپنی فطری طور پر نہ کر شدہ محبت تو دوبارہ حامل تھیں چاہتے ہیں، چاہتے ہیں مخفی دینیوںی تعلق کی حد تک ہو۔

4 - کس کس کو بنایں گے جدائی کا سب سعیم
اے مجھ سے خفا ہے تو زمانے کے لئے نہ

شاعر یہاں جدا ہونے کی وجہ کو بیان کرتا ہے، لیکن اسے یہ ہنسی معلوم کر کس سے اپنی دل تی بات کرے - محبوب کی ناراقی کا سبب خود شاعر فوجوں دی میں ہنسی ہے بلکہ یہ جذباتی تعلیف، عالم اپنے، جو پر کسی کو محسوس ہوتی ہے شاعر محبوب سے درخواست کرتا ہے کہ آگر وہ خفا ہے تو اسے واپس آکر سب کچوں ٹھیک کر لینا چاہیے، ورنہ یہ درد اور عمر پر طرف، پھیل جائے۔

5 - اک عمر سے ہوں لذت گریہ سے بھی جموں
اے راحت جاں مجھ کو لا ان کر لیں

(اس تعریف میں شاعر اپنے جذبات کی شدت کو بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے ایک عمر حصہ سے ناکھوں میں آنسو نہیں دیکھی، یعنی وہ گریہ عنزی سے محروم ہو چکا ہے۔ محبوب کی ذات جو شاعر کر دیتے سکوں اور راحت کا باعث ہے۔ شاعر یہ چاہتا ہے کہ محبوب اسے اس کی محرومی سے نکال کر لائے، یعنی اس کے اندر جو جذباتی خلاع ہے وہ دوبارہ اس کے ذریعے مکمل ہو جائے۔

Date: _____

- اب تک دل خوش فہم کو بچ سے ہے ایسا ہی
یہ آخری شعیں بھی بجاں کرتے ہیں

شاپر کا ابھی دل اپنے محبوب سے ایسا ہی رکھتا ہے ، حالانکہ وہ جانتا ہے
کہ شاید ان ایسا یوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وہ دل جو خوش فہم یوں
ہیں مبتلا ہوتا ہے اور وہ اس حقتی کی آخری ایسا یوں ہیں۔ شاپر
چلتا ہے کہ اگر محبوب نے واپس آنا ہے تو وہ ان آخری ایسا یوں کو
بھی ختم کر دے گا تاکہ اس کے دل کا درد اور عمر مکمل طور پر قائم ہو سکے۔

صلیم لطفی صلیم

Date:

"ابن بنتِ عباب کی سی ہے"

۱۔ ہست اپنی سراب کی سی ہے
یہ عالمیش سراب کی سی ہے

اس شعر میں، انسان کی زندگی کو (سراب) بلینے سے ملاتے ہیں کہ
وہ بڑی طور پر ختنصر ہے اور اس کا وجور کھاتی ہوتا ہے۔
یہ بہت جلد ہی ختم ہو جاتا ہے، اس کا کوئی مستقل وجور نہیں
ہوتا بالکل اس ہی طرح، ہماری زندگی بھی وقت پھوٹی ہے،
جس کچھ وقت کی بہانہ ہوتی ہے اور ایک نہ ایک دن
وختکے لئے اس نے ختم ہو جانا ہے۔ اس کی ساری وجہ دملک
سراب کی طرح ہے، جو کہ ایک غریب ہے۔ انسان جتنا بھی
کو شش کر لے رہا کہ وجوہ نے آخر فنا ہوئی جانا ہے۔

۲۔ نازک اس کے لب کے کیا پہنچے
پیکھری اک گلب کی سی ہے

شاعر اس شعر میں محبوب کے من کی تعریف کر رہے
ہیں، خاص طور پر اُس کی لبوں کی تحریر کی تعریف
کریں جائیں یہ۔ شاعر یہ بتاتا چاہ رہے ہیں کیسے محبوب کے
لبوں کی نمائت الفاظ میں میں بیان کرنا ناممکن ہے۔
اس شعر میں شاعر محبوب کے لبوں کو گلب کی ایک پیکھری
سے صوازنہ کر رہے ہیں۔ اس شعر میں محبوب کے جسمانی من
کے ذریعے شاعر اپنی محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔

Date:

۴۔ پیغمبر دل کھول اس بھی عالم پر
بیان کی اوقات خواب کی سی ہے

اس شو میں شاعر دل کی آنکھ (پیغمبر دل) کھولے کی
بات گر رہے ہیں تاکہ انسان اس عالم (دنیا) کی صنیع
کو دیکھ سکے۔ وہ دنیا کو خواب سے تشبیہ دیتے ہیں،
بس نکا طلب یہ ہے کہ ہے دنیا ایک فریب یا عارضی
حقیقت ہے۔ "پیغمبر دل" سے صراحت روحاں بھیرت یا تعالیٰ
شکور ہے، جو انسان کو حقیقت تک پہنچاتا ہے۔ شاعر
کہہ رہے ہیں کہ ہے دنیا حقیقت میں ویسی ہی ہے
جیسے ہم خواب میں دیکھتے ہیں۔

۵۔ بار بار اللہ کے درپر جاتا ہوں

حالت اب اضطراب کی سی ہے

شاعر بیان اپنی حالت کا بیان گر رہے ہیں۔ وہ بار بار محبوب
کے دروازے پر چاکر مایوسی اور بے جیسی کامانہ کر رہے ہیں۔
اضطراب کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی شخص مسلسل سخشن
میں ہو۔ اس میں غم اور تذبذب کا عذفر عنایاں ہے، لہر
شاعر کا دل برجیں ہے کیوں کہ محبوب کی طرف سے کوئی جواب
نہیں آ رہا۔

5۔ نقطہ خال سے ترا ابرو
بیت اک انتساب کی سی ہے

اس شعر میں شاعر محبوب کے نقطہ کو خاص اہمیت دیتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ابرو جیسے ایک خوبصورت انتساب کی
علامت ہے۔ "نقطہ خال" سے صراحت محبوب کے ابرو کے بل یا حاف
کو دیا گیا ہے جو ایک منفرد خصوصیت ہے اور اس کی دل تھی
کو ظاہر کرتا ہے۔ شاعر اسے ایک خوبصورت انتساب یا فردی علم قرار

Date:

دیتے ہیں جو محبوب کی صورت اور شفیقت کی علامت بن گیا ہے۔

۶- میں جو بولا کہا کہ یہ آواز
سمی خانہ خراب کی سی ہے۔

یہاں شاعر اپنی آواز کو ایک "خانہ خراب" سے تشبیہ دے رہے ہیں لیکن ایسی آواز جو بے ترتیب، غلکن یا بکھری ہوئی ہو۔ یہ آواز ایک برباد یا خرابی کی طرح محسوس ہوئی ہے سی جسے دل کی کیفیت جب لڑتے چکا ہو یا غم میں ڈوبتا ہو۔ اس میں ایک نوع ہی افسوسگی ہے کیفیت کی کہ اُن نظر میں جو دل کی حالت کو بیان کرتی ہے۔

۷- آتشِ غم میں دل ہنا شاید
دیر سے یہ کتاب کی سی ہے۔

یہ شعر شاعر کی دل کی حالت کو بیان کرتا ہے جو غم کی آنکھ میں جل رہا ہے۔ "آتشِ غم" کی تشبیہ سے مراد وہ غم کی شدت ہے جو دل تو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ دیر سے یہ کتاب کی سی ہے۔ سے مراد یہ ہے کہ دل میں غم کی شدت اتنی زیادہ ہو جائی ہے کہ اس کی بو بھی اب بگڑ کر مختلف محسوسیں ہوتی ہے، جیسے جلتی ہوئی چیزوں سے ایک فہصوں بُو آتی ہے۔

۸- دکھ ابر کی طرح اب کے
صریقِ جسم پر آب کی سی ہے۔

شاعر یہاں اپنی آنکھوں کی کیفیت کو بیان کر رہے ہیں، جس میں ان کا دل اور آنکھیں دولوں عن سے نم ہیں۔ ابر کی طرح آنکھیں میں ہی بدل چاکڑتے ہیں۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں جو آب کی

Date: _____

طرح ہیں - شاعر کی آنکھوں کی "آب" سے مراد وہ نہیں ہے جو
ان کے غم اور احساسات کا علاوہ ہے۔

9- میر ان نیم باز آنکھوں میں سالی مستی شراب نی سی بے

آخر میں شاعر اپنی آنکھوں کی نیم باز حالت کو بیان کر رہے ہیں
جو ایک خاص قسم کی مستی اور سور کی علامت ہے۔ یہ مستی
وہی ہے جو شراب کے اثرات سے پیدا ہوتی ہے، یعنی آنکھوں
کی یہ حالت ایک ایسی مستی میں ڈولی ہوتی ہے جو شراب
کی طرح لشے اور اور دل کو بہا لیتی ہے۔ اس میں شاعر
اپنی یکلین اور عشق میں ڈولی ہوتی حالت کو غایاں کرتے ہیں
اس شعر میں میر نے انسان کی بستی، عشق اور دنما کی فانی
ذیعیت کو انتہائی خوبصورت سے بیان کیا ہے۔ ان کے انشطر کی
زبان میں نرفی، دلکشی اور ایک گمرا فلسفیانہ پہلو موجود ہے
جو ان سے کمالِ شاعری کو اچھا کرتا ہے۔



PAPER PRODUCT

میر تھی میر

Date:

"پتا پتا بوٹا بوٹا ..."

1- پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے

جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باعث تو سارا جانے

اس شعر میں میر تھی میر اپنے دکھ اور درد کو ایک باعث میں بتتے
اور پھولوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ وہ مکتے ہیں کہ باعث
کا نرپتا اور بربوتا ان کے قال کو جانتا ہے، لیکن خود
باعث (یعنی ان کی محبوبہ) ان کے دکھ کی شرت کو بنیں
سمجھتا۔ اس میں دراصل یہ کہا جانا ہے کہ انسان کے اندر موجود
مختلن جزئیات ان کے درد کا اطمینان کرتے ہیں، لیکن اس کی
مکمل کیفیت کا اشارہ اس کے سوا کوئی نہیں لگا سکتا۔ یہ
بھی اشارہ ہے کہ انسان کا اندرونی درد اتنا سیخیرہ ہوتا ہے ر
ہی طبق کہ وہ خود بھی عمل طور پر نہیں سمجھتا۔

2. لگتے نہ دے ہیں یہ تو اس کے گوئی گوش کو بائیں

اس کو فلک چشم صہ و خود کی پتلی کا تارا جانے ہے

(اس انشطر میں شاعر اپنی محبوبیہ کی آنکھوں کی تشبیہ دیتے ہوئے
کہتے ہیں کہ آگر انہیں صدق عالم تو وہ اس کی آنکھوں کے گوئی
(آنکھوں کی خوبصورت جھلک) کو لینے حل میں لسا لینا چاہیے ہے)
وہ محبوبہ کی آنکھوں کے راز حنیفی وہ انسان کے علاوہ اقر سوچ
کہ تارا نہ بھی زیادہ قیمت سے بچتا ہے، کو جانتا چاہتے ہیں۔ یہ
شاعر محبوب کی نظریں اور ان کی جھلک کے بارے میں شاعر اپنی
طریقے سے بتاتا ہے ہیں کہ وہ محبوبہ کی ہر ادائی خصیں کو اپنی زندگی
کا حصہ بنانا چاہتے ہیں۔

Date: _____

3 - اس متکبر کیم خدا خدا کسا کر نہ ہیں
کب موجود خدا کو وہ مفترور خود آکا جائے ہے

اس اشعار میں شاعر اپنی محبوبیت کے بارے میں ایک بیزار اور مفترور رویہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ وہ سنتہ ہیں کہ یہم تو خدا کی قسم کیہات ہیں اور اس تک لید دعا تو ہیں، لیکن یہ متکبر محبوبیت خود کو اتنی اپنی سمجھتی ہے کہ وہ خدا کو بھی اپنے آپ میں مصروف سمجھتی ہے۔ اس میں محبوب کی تکبیر، غدوہ اور خود کی ایمیت کو بڑھا جپڑھا کر بیان کیا گیا ہے اور شاعر یہ بچینی ظالہر ہوئی ہے کہ وہ اس تکبیر تو بزرگ است نہیں کر پا رہے۔

4 - عاشق سادہ کوئی اور نہ ہوگا دنیا میں
جس کے زیان کو عاشق میں اسکا اپنا وار جانے ہے

شاعر یہاں عشق میں بڑنے والے ایک سادہ دل عاشق کی بے خودی اور ورقونی کی بات کر رہے ہیں۔ وہ کہتا ہیں کہ اس دنیا میں الیسا کوئی شخص نہیں ہو سکتا جو عاشق کی طرح اتنا سادہ ہو جو اپنی زندگی کی قیمت کو اس کے عشق میں رکھا تھا خود کو اس میں تکھوڑے۔ یہاں عاشق کی قربانی کو بیان کیا گیا ہے، جو ان وہ اپنی زندگی کے سب جاہ و علال کے محبوب کی خاطر قربان کر دیتا ہے۔

5 - چارہ گری بیماری دل کی رسم شہر حسن نہیں
ورنہ دلبندان بھی اس درد کا چارہ جانے گے

اس اشعار میں شاعر اپنے دل کی بیماری کی بارت کر رہے ہیں جو کہ عشق میں گرفتار ہونے کے سبب ہے وہ کہتا ہیں کہ آخر شہر حسن (محبوب) میں دل کی بیماری کا علاج یافتہ لوگوں کی محبوبیت، جو کہ نادان

Date: _____

ہے، اس درد کا علاج کر دیتی۔ یہاں شاعر ایک طرح سے یہ نظر پر کر رہے ہیں کہ وہ جو درد محسوس تھا رہے ہیں۔ اس کا علاج شاید ان کی قبیلہ کے پاس ہو، مگر جو نکمہ وہ نادان ہے وہ اس درد کو سمجھنے نہیں پاتی۔

۵۔ کیا ہی شکار فرتی بُر مغزور ہے وہ صیاد بچ
طالثِ الٹتے ہوا میں سارے اپنے اسرائی جانتے ہیں

بے اشعار شکاری (اور شکار کے درصیان) تعلق کے بیان کرتے ہیں۔
شاعر نے شکاری (صیاد) کو ایک مغزور شخص کر طور پر دکھانا ہے
جو اپنی فریبِ طاری سے شکار (عاشق) کو مابو کرتا ہے۔ وہ شکار
جو آزادانہ طور پر بُرندوں کی طرح اڑتا چلتا ہے۔ اس فریب کا
شکار ہو کر اپنے اسرائی (قتیب) میں جا پہنچتا ہے۔ اس میں شاعر
فی اپنی حالت کا اشارہ ہے جو حتماً وہ اپنی محبوب کے خریب میں پھنس
کر قید ہو جاتے ہیں۔

۶۔ صبر و وفا و لطف و عنایت ایک سو اقوف ان میں نہیں
اور تو سب کچھ طنزہ کتابیں رعنی و اشارہ جانتے ہیں

اس انشاء میں شاعر لین محبوب کی بے قابلی اور اس کی سرد فہری
کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ تہتنا ہیں کہ محبوب میں محبت، وفا، لطف
اور عنایت کا کوئی احساس نہیں ہے اور وہ صرف طنزہ کرنا یہے
رعنی (اور اشاروں) کے ذریعے اپنی بات چیت کرتے ہیں یا اس کی
شاعر نے محبوب کی بے رشی اور اس کے دل کی سرد فہری و
واضع کیا ہے۔

Date:

8 - کیا فتنے سر پر اس کے لاتا ہے ملشوق اپنا

جس بے دل بے ناب و نوال فی عشق کا مارا جائے

شاعر بیان اپنی محبوبیت کے قدموں میں آنے والی مشکلات کے (اور فتنوں کا ذکر کرتے ہیں) وہ کہتے ہیں کہ ملشوق اپنی بے تکمیلی کے باوجود اپنے عشق کے شکار تو ایسی مشکلات میں ڈال دیتا ہے کہ وہ بے دل، بے ناب اور بے نوال ہو جاتا ہے۔ اس میں شاعر کی حالت کی عکاسی ہو رہی ہے کہ وہ عشق میں ایسی جگہ پہنچ چکا ہے جہاں اسے مزید نکلیف ملتی ہے۔

9 - رخنوں سے دیوارِ حون کے منہ کو لے بر جھپٹا یعنی

ان سوراخوں کے ٹکل رہنے کے سو کاظماً طارہ جائے

اس اشعار میں شاعر ایک چین کی دیوار کی تشبیہ دے رہے ہیں جس کے شکافوں میں ست کجو منظرِ تکھائی دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سوراخ ایسی خاص منظر کی صاندھ ہیں، جنہیں دیکھ کر آدمی کی نظر ایک خاص جگہ تک جا پہنچتی ہے۔ اس میں شاعر کی زندگی کے اسرار اور گھیرائی کو ظاہر کیا گیا ہے، جو اسی مخصوص اور رازدار منظر کی صاندھ ہیں۔

10 - لشنہُ خوں ہے اپنا کتنا میر بھی ناداں تلنی کش

دمدار آب تبغ کو اس کے آب گوارا جائے ہے

آخری اشعار میں میر تقی میر اپنی کیفیت کو بیان کرتے ہیں، جہاں وہ اپنے دل کی پیاس اور تلنی کا ذکر کر رہے ہیں۔ وہ خود کو خون کی پیاس سے تنشیش اور درد کی شدت سے رنجیدہ محسوس کرتے ہیں اور یہتھے ہیں کہ ان کا یہ دکھ اور غم ان کے لئے لیسا ہے جیسے تلوار کا بانی ان کی تقدیر کا حصہ ہو، جو انہیں بھاول جاتا ہے۔ یہ اشعار ایک

Date:

کھری داخلی کشمکش کو ظاہر کرنے ہیں، جیاں شاعر (سی) تقدیر کے عنید
کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ تشريع اس فنل کی کھرائی اور شاعری کے
(طیف) مفہوم کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے، جو کہ میر کی شاعری
کی خصوصیت ہے۔

غزالب

Date: _____

۱۔ جور سے باز آئے پر بان آئیں کہ
کہتے ہیں یعنی بخو کو منہ دکھلائیں کیا

یہ شعر غزالب کی دل کی حالت کو بیان کرتا ہے کہ جب انسان کسی
جیز سے بینا چاہیے یا کسی جذبے کو تخلیق کی کوشش کرتا تو وہ بار
بار والپس آ جاتا ہے۔ ”جور“ کا مطلب ہے طاقت یا نیز نور
”باز آئیں“ سے صراحت ہے کہ رکنا یا دستدار ہونا غزالب یہ کہے
رہے ہیں کہ نہیں ز اپنے جذبے کو توکنے کی بھر مدد کوشش کی ہے
لیکن وہ پر بھی والپس آ جاتا ہے۔ پھر غزالب سوال کرتے ہیں کہ
کہم کہیں اپنے جذبات کا اظہار کیسے کریں، جب ہمارے دل کی
حالت ایسی ہے کہ ہم خود اپنے آپ کو لہیں سمجھ پا رہے ہیں۔

۲۔ رات دن گردش میں ہیں سلات آسمان
ہورے گا کچھ نہ کچھ کھبڑائیں کیا

اس شعر میں شاعر دنیا کی بے شبانی اور تقدیر کر حکر کی بات کر رہے
ہیں۔ ”سلات آسمان“ سے صراحت سلات آسمانوں کی گردش ہے، جو
بے پیشہ بدلنی رہتی ہے۔ غزالب کہتے ہیں کہ دن رات کی اس گردش
میں کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی رہتا ہے، تو پھر گھبراٹ کی کہا بات
ہے۔ یہ شعر ایک فلسفیانہ سوچ کو ظاہر کرتا ہے کہ تقدیر کی
گردش سے پہلیشان ہونے کی وجہ انسان گواں کے ساتھ چلتا
چاہیے، لیکن تم تقدیر میں جو بھی ہوگا، وہ ہوگا۔

Date:

3 - لاگ ہو لو اس کو ہم سمجھن لے اور جب نہ ہو کچھ بھی لو دھوکا کھائیں کیا

(اس شعر میں غالباً محبت اور تعلقات کی بیان کرتے ہیں) "لاگ" کا مطلب یہ ہے محبت یا تعلق اور لگاؤ سے مراد ہے دل کا جھٹنا - غالباً جنتے ہیں کہ جب محبت ہو تو وہ تعلق دل میں خاص رہیت رکھتا ہے اور ہم اس سیا سمجھتے ہیں، لیکن جب کوئی احساس یا تعلق نہ ہو تو ہم خود کو دھوکہ دینے کا لیے دھروں سے امیدیں باندھ لیتے ہیں - غالباً یہاں انسانی فطرت اور تعلقات کی حقیقت کو بیان کر رہے ہیں کہ جب کچھ نہ ہو تو ہم خود کو دھوکہ دیتے ہیں

4 - لور کیوں نامہ بیر ک ساقوں ساچ یارب اپنے خط تو ہم پہنچائیں کیا

یہ شعر غالباً کی حالتِ دل کو ظاہر کرتا ہے جو دل کے کسی سے ایسی بات کھانا جانتے ہیں مگر یہ جانتے ہیں کہ وہ جواب نہیں دے سکتی ہے "نامہ بیر" سے مراد ہے بیغام رسالہ، جو کسی کا بیغام دوست نہ کر سکتا ہے - غالباً سوال کرتے ہیں کہ آگر وہ کسی تو پیغام کھینچنے والے کے ساقوں، تو کہا فائدہ - اس کا مطلب یہ ہے کہ غالباً کوئی نہ شک ہے کہ ان کے بیغام کو دوسری شخص سے کو پاڑے گا نہ نہیں - یہاں غالباً اپنی بُتبُنی اور دل کی حالت کو بیان کر رہے ہیں۔

Date: _____

5 - صوچ خون سر سے گزرسی کیوں نہ جائے عستان پار سے اکٹھائیں کیا

غالب اس شعر میں اپنے دکھ اور عشق کی شدت کو بیان کر رہے ہیں۔ "صوچ خون" سے مراد ہے خون کی لہر یا شدت درد۔ غالباً ہستے ہیں کہ اگر خون کی لہر سر سے گزرا جائے یعنی تخلیف، بہت زیادہ ہو تو کہا فائدہ۔ ان کا مقصد یہ ہے جب تکلینہ بہت زیادہ ہو تو انسان کو اس سے اللہ یو جانا جائے۔ غالباً اسے مجبوب تی طرف بڑھتے ہوئے اس شدتِ محبت اور تخلیف کو بیان کر رہے ہیں۔

6 - عمر بھر دیکھا کیا مرزا کی راہ مر کر دیکھیں دکھلائیں کیا

یہ شعر غالب کی زندگی کی مغلیبی (اور دکھوں) کو بیان کرتا ہے۔ غالباً ہستے ہیں کہ انہوں نے ساری زندگی مرزا کی راہ کو دیکھا ہے یعنی یہر لمحہ موت کے قریب رہنے کا احساس کیا، لیکن جب وہ میرگی لو کیا دیکھا سکتیں گے۔ یہ شعر غالباً تی وجودی فکر کو ظاہر کرتا ہے کہ زندگی اور موت کی حقیقت (انسان کی فہم سے پہنچ سے اور وہ پہنچ موت کے قریب ہو کر بھی اس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔

7 - پوچھتے ہیں وہ کہ غالباً کون ہے کوئی بتاؤ کہ ہم بتائیں کیا

آخر کار غالب اپنے آپ کو اور اپنی حقیقت کو بیان کرنے ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ لوگ غالب کو پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن غالباً خود یہ سوال کرنے ہیں کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔ اس شعر میں

Date:

غالب کی خود شناسی کی کمی اور ان کی بے نیازی ظاہر ہوئی ہے، وہ
یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا ان کی شناختن یا تابع کی کوئی حقیقت
باقی رکھتی ہے۔ غالب کی یہ خودی کی حالت بھی ایک فلسفیانہ
سوال ہے جس میں وہ اپنی پہچان سے بے خبر نظر آتی ہے

غالب

Date:

۱- دوستِ عمر خواری میں میری سی فرماؤں گے کیا
زخم کے بھرے تک ناخن تیر پڑ جاویں گئے کیا

غالب، یہاں اپنے دوستوں کی عمر خواری پر طنز کر رہے ہیں۔ وہ
بیکتے ہیں کہ میرے زخم بھرنے تک یہ دوست اتنا وقت لاتیں گے
کہ ان کے ناخن تیر پڑ جائیں گے۔ یہ شعر اس بات کی ملاست
ہے کہ دوستوں کی ہمدردی اکثر زمانی، میتوانی
ہے اور علی اقدامات کم ہی ہوتے ہیں۔

۲- بے نیازی موسے گزری بندھ پڑوا کب تک
ہم کیسیں گے حال دل اور اپک فرماؤں گے کیا

غالب، یہاں اپنے محبوب کی بے اعتمادی پر شکایت کر رہے ہیں۔
وہ بیکتے ہیں کہ آپ کی بے نیازی، اس قدر بڑھ چکی ہے
کہ ہم حال دل بساتے ہیں، لیکن آپ کے ذمیں میں کوئی
فرق نہیں آتا۔ یہ محبوب کی بے پرواہی پر ایک ٹھہرا
طنز ہے۔

۳- حضرت ناصح تاریخ و بصر دخل فرش را
دومنی جو حکایہ لکھ سمجھ کہا تو کھادیں گے کیا

غالب محبوب کے ہاتھوں موٹ کو قبول کرنے کی آمارگی
کا انہمار کرتا ہے۔ غالب بیکتے ہیں کہ میں اپنے قتل کے لیے تیار
ہو کر جاریا ہوں، اب محبوب کون سا عذر کرے گا؟ یہ محبوب
کی بے رحمی پر ایک حسین استنبتا ہے۔

۴- آج وان سیخ و محض ماندھڑے یوں ہے جانا ہوں میں
مذموم رے قتل کرنے میں وہ اب لا دین گے کیا

۴۔ "حضرت ناصح گر آؤں ویرہ دل فرش را"

"کوئی بھو کو ہے تو بھاڑو کہ بھاویں گئے کیا"

- ہیاں عالب ناصح (تفصیلت کرنے والے) پر طنز کر رہے ہیں۔ ۶۸

کہتے ہیں کہ اگر ناصح آئیں، تو یہم اُن کے لیے آنکھیں اور

دل بھاڑا دیں گے، لیکن سوال ہے یہ کہ وہ ہمیں

تفصیلت کیا دیں گے؟ عالب ہیاں ناصح کی بے سود بالتوں
تنقییر کر رہے ہیں۔

۵۔ "گر کیا ناصح نے ہم کو قیروں جھایوں سی

"سونوں عشق کے انداز چھٹ جاویں گئے کیا"

- ہیاں عالب ناصح کی کوشش کو بے کار قرار دیتے ہیں۔ ۶۹

ہیں کہ اگر ناصح ہمیں قید کر جیں لیں، تو کیا ہمارے عشق

کا سونوں قسم ہو جائے گا؟ اس شعر میں عالب عشق کی

شرت اور ناصح کے بے انداز ہونے کو جو بصرت سے بنیا کر رہے
ہیں۔

۶۔ "فانہ زارِ زلف ہیں زخم سے ہائیں گے سیوں

ہیں گر فتار وفا زنان سے گھاؤں گئے کیا"

= شرم محبوب کی زلفوں کو قیر سے تشبیہ دیتا ہے۔ عالب

کہتے ہیں کہ ہم تو محبوب کی زلفوں کے علام ہیں، تو

زخم سے ہائیں سما سوال ہی پسرا ہمیں ہوتا۔ یہ عاشق کی

وفا اور محبوب بھی قیر کو قبول کرنے کا اظہار ہے۔

7۔ " ہے اب اس مہم کا میں قحط علم الغت اس
ہم نے = مانا کر دلی میں رہیں کھاویں جھے کیا "

آخری شعر صن عالب دلی کی فالت زار کا ذکر ہوتے ہیں - ۶۸
ہمہتے ہیں کہ اب اس دنیا میں علم الغت کا قحط پڑ گیا ہے، اور ان
ہم دلی میں رہ بھی جائیں، تو کیا کھائیں گے؟ یہ شعر
محبوب کی بے انتہائی کے سافر سماج سماجی حالات پر بھی
تبصرہ ہوتا ہے۔

لنظم
(SECTION - 2)

نظم "عمر" نظم اکبر آبادی کی ایک عالمگین اور تاثیر سے بھر پر
تغليق ہے جس میں شاعر نے عید کی خوشیوں، اس کے
ماضی کے اثاثات اور آج کی حقیقت کو ہرگز تو بعورت سے
بیان کیا گیا ہے۔ نظم میں شاعر نے عید کی خوشی کو ایک
ایسی روحانی لذت سے جوڑا ہے جو پچھر اور جوانی میں
یہ محسوس کی جاسکتی ہے، اور اس کے بعد کی زندگی
میں اس کا تصور بھی غصہ ماضی کی یادوں کی شکل میں
باقی رہا جاتا ہے۔ اس نظم کے ذریعے نظر اکبر آبادی نے عید
کی وہ تصویر پیش کی ہے جو نہ صرف ایک منیٰ سیوا ری
صرارت میں ہے بلکہ ایک سماجی، ثقافتی اور نیتیٰ صنعت
بھی ہے جس میں خوشیاں، یادیں اور عنم ایک دوسرے میں
مر عنم پوچھاتے ہیں۔

پہلی سطر میں "شار قہا بب دل وہ قضا اور یہ زمانہ عیر کا"
شاعر نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ پیچن میں عید کی
خوشیاں کس قدر میں صہولی اور دلکش کو فوش کر دینے
راہی ہوتی ہے۔ عیر کا دن کسی خوشبو کی طرح دل میں
راج بس گئی تھی، اور اس دن کا انتظار ایسا تھا جیسے
زندگی کا سب سے ابھی کمی آہنیا ہو۔ لیکن وقت کے
سماہ، جب انسان بالغ ہوتا ہے، اور دنیا کے مختلف
معاملات میں ملوث ہو جاتا ہے، تو وہ خوشیاں اس شرط
سے محسوس ہیں یہ تو۔ شاعر کی یہ بات حقیقت کو
بیان کرتی ہے، کہ جوانی اور پیچن میں جو جزبہ تھا، وہا
اب صفوٰر ہو گیا ہے۔

"اب تو یکسان سے ہیں آناہ آناعیر کا" اس سطر میں شاعر نے عیر کی اہمیت کے بارے ہوئے پہلو کو بیان کیا ہے۔ اب عیر کا دن بھی ایک عام دن کی طرح لگنے لگا ہے، اور اس کی اہمیت یا اس کا انتظار ماضی کی طرح ہیں رہا۔ شاعر کی لائیں یہیں اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ وقت کے ساتھ بماری ترجیحات اور بماری زندگی کی رفتار میں تبدلی آتی ہے، اور وہ پرانی خوشیاں اب یہیں اتنی شرت سے ہیں ملیں۔

اس طرح "دل کا فون ہوتا ہے جب آتا ہے اپنا یہم کو یار آدمی آدمی رات تک چیندی لکانا عیر کا" میں شاعر نے عیر کی تیاریوں کے دوران دل کی کیفیات اور یادوں کو بیان کیا ہے۔ یہنری لگانے کا عمل ایک خوشی کی علامت ہے، لیکن شاعر نے اس لائن میں اس یاد کو گیری تاسف کے ساتھ پیش کیا ہے۔ شاید اس کا مقصود یہ بتانا ہے کہ وہ خوشی اب ماضی کا حصہ بن چکی ہے اور اب صرف اس کی یاد باقی ہے۔

آخر چل کر شاعر نے "آنسو آتے میں بھرے جب دھیان میں گزرے ہے" اور "پچھلے پیرے سے وہ اٹھ اٹھ کر لہنانا عیر کا" جیسے جملوں میں میں عیر کے وقت کی یادوں کی شرت کو بیان کیا ہے۔ یہاں شاعر نے ایک لنفیاتی الجھن کو اجاگر کیا ہے، جہاں ماضی کی خوشیاں اور موجودہ وقت کی حقیقت ایک دوسرے کے ساتھ صتصادم پر جاتی ہیں۔ عیر کے دلوں

روح ارضی آدم / استقبال کرتے ہوئے

↙ In awe lone this one!

Date:

علامہ اقبال کی نظم "روح ارضی آدم / استقبال کرتے ہوئے" میں ایک گھیری اور فکری نووعیت کی تخلیق ہے، جو انسان کی روہانی اور مادی بروجہر کو بیان کرتی ہے۔ اس نظم میں اقبال نے انسان کی روح کے ارتقا، اس کی فطری عظمت اور اس کے کائنات میں موجود مقام کو بہت اہمیت دی ہے۔ اقبال کی شاعری میں یہ میشہ انسان کو خود کو اچانگ سیا گیا ہے، اور اس نظم میں جسی یہی پیغام دیا گیا ہے کہ انسان اپنی تعریف کو خود بناتا ہے اور اس کا مقصود صرف مادی کامیابی نہیں، بلکہ روہانی بلتنی حاصل کرنا ہے۔

نظم کا آغاز ایک انتہائی پیرامش اور زور دار شبیہ سے ہوتا ہے، "کھول آنکھ زمین دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ!"۔ ..ہبھال اقبال انسان کو ایک نئی نظر سے دنیا کو دیکھنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اس لائن میں ملامہ اقبال نے زمین، آسمان اور فضا کا ذکر کیا ہے تاکہ انسان اپنی مادی دنیا کی حقیقت کو پہچانے اور اپنی زندگی کے مقصود کو سمجھے۔ یہ شبیہ انسان کو اس بات کا احسان دلاتی ہے سہ وہ صرف مادی دنیا تک محدود نہ ہو، بلکہ اس کے اندر ایک اعلیٰ مقصود کا شعور ہو جو اسے روہانیت کی طرف رینمائی کرے۔

دوسری لائن "شرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھا" میں اقبال نے سورج کے ابھار سے صرار انسان کی روح کی بیماری اور ترقی کی بات کی ہے۔ سورج کا ابھار ایک نئی صبح کی ملامت ہے، جیسے انسان کی

لوگوں

روح کا بیمار ہونا ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ اقبال
کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنے اندر کی روشنی کو بھانے
اور اپنے مقصر کو تصحیح کر کو شش کرے۔

نظم میں اقبال نے "اس جلو بے پردا کو پردا میں بھا
دیکھ" کہہ گمراہ انسان کی روح کی جلاء و چال کو پردا میں
بھانے کی بات کی ہے۔ اقبال کے انذریک انسان کی
روح ایک ہے نظر اور بے مثال حقیقت ہے، جو جب
تک پردا میں رہتی ہے، تب تک اس کی حقیقت
سے پردا پڑا رہتا ہے۔ گمراہ انسان اپنی روحانیت کو
سمجھ لیتا ہے، لہو وہ اپنے اصل مقصود کو پہنچ سکتا ہے۔

"ایام جدائی کے ستم دیکھ، جفا دیکھ!" بیان اقبال انسان
کو اُس بات کا مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ زندگی کی
مشکلات، نکالیف اور فطری جرایتوں کو برداشت کم کے
اور ان میں بھی یہوٹی حکمت کو تمجھے۔ یہ ستم انسان کے
اندر برداشت کی طاقت پیرا کرنے کی کوشش کرتی ہے تاہم
وہ سخت ترین حالات میں بھی اپنے مقصود کو نہ بخوردے۔

اقبال کی نظم میں جیاں ایک طرف انسان کی روح کی
عظمت کا ذکر کیا گیا ہے، وہیں دوسری طرف اس کی
کھلیقی ملا ہیتوں کی ایمت بھی اجاگر کی گئی ہے۔ "بے تاب
نہ ہو مارکہ بیم و رجادیکہ" میں اقبال انسان کو اپنی قولوں
کا صیغہ استھان کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ بیان اقبال انسان
کے اندر پھی یہوٹی طاقتلوں کو اُجاگر کرنے کی بات کرو رہے ہیں
تاکہ وہ اپنے مقصود کی طرف بڑھ سکے۔

"یہ تسمیہ نظر میں ہے بارل یہ گھٹائیں" اس لائن میں اقبال نے انسان کی طاقت کا ذکر کیا ہے جو اس سے اختیار میں ہے۔ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ انسان کی روح صرف ایک مادی حقیقت ہے، بلکہ وہ اپنے ارادے اور فکر سے کامیابی کو برلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس نظم میں اقبال انسان کو اپنی فودی کی اہمیت صحبت کر رہا ہے۔ "تیری خودی کر، اثر آکر رساز کر" میں اقبال انسان کو خودی کی تقدیر کی دعوت دے رہے ہیں تاکہ وہ اپنی تقدیر خود بنائے اور اپنی زندگی میں کامیابی حاصل کرے۔ اس لائن میں آکر رسا کا ذکر انسان کے اندر کی تحریکی اور اس کی حقیقتی، طاقت کو ظاہر کرتا ہے۔

اقبال کی شاعری میں جنت اور ضرورت کی اہمیت واضح ہے۔ "آباد ہے ایک تازہ جہل بیرے ہنڑ میں" میں اقبال انسان کی صلاحیتوں کو سراپتے ہیں، اور ان کے طالقی صحیح استھان انسان کو روحانی بلدنے مقام لے کر پہنچاتا ہے۔ "جاتے ہیں بخشے ہوئے ضرورت نظر میں" یہ بتانا ہے کہ انسان کی کامیابی صرف مادی دنیا کا محدود رہنی، بلکہ اس کا مقصود روحانی ارتقا ہے۔

"جنت تمی پہنچاں ہے تسمیہ خودی میں" میں اقبال انسان کی داتی دنیا کی اہمیت کو اجاجز کرتے ہیں، کہ جنت انسان کی روح میں پوشیدہ ہے اور اسے یہاں کر رہا اپنی زندگی کو جنت بناسکتا ہے۔ نظم "روح ارضی آدم کا استقبال سرتی ہے" میں اقبال نے انسان کی فودی، روحانیت اور اندرولی طاقت کو اہمیت دی ہے، اور ان کا پیغام ہے کہ انسان اپنی تقدیر یدلنے کے لیے اپنی روحانیت اور صلاحیتوں کا صحیح استھان کرے۔

شکوہ

Date: _____

علامہ اقبال کا شعر "شکوہ" گیرے فلسفے اور انسانی تہمات کی عکاسی کرتا ہے۔ اس میں انسان کی جذباتی حالت، شکوہ، اور اللہ سے سوالات کا ایک پیچیرلا منظر پیش کیا گیا ہے۔ اقبال کی شاعری میں ایک خاص، نوعیت کی رو بائیت اور انسان کی تعزید پر سوالات کی صورت دیکھنے کو ملتی ہے۔ "شکوہ" میں بھی انسان کی دکھ بھی داستان اور اُس کے رب کے سابق تعلق کو سوالیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے، جس میں اقبال نے انسان کی تقدیر اور اللہ کے انصاف کے بارے میں اپنی بات رکھی ہے۔

"کین زیار کار بنن سود فراموش رہوں، فلم فدا نہ کرن مھو
غم دعو ش رہوں" میں اقبال نے انسان کے احساسات اور خواہیات کی عکاسی میں ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ انسان اپنے مااضی کی پریشانیوں اور مستقبل کی تکریں اس قدر غریب ہوتا ہے کہ وہ دن سے غافل ہو جاتا ہے۔ ان مضمون میں انسان کے اپنے اندر کی بے چینی اور اس کے فکری استشمار بھروسہ واضح کیا گیا ہے۔

اسی طرح، "نالے ببل بکے سنوں اور ایم تن گوش زیوں، ہم نوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاصوش رہوں" میں اقبال نے انسان کے اندر کی آوازوں کو تجھ اور خاموشی کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ اقبال نے خود کو ایک ایسا پہول سمجھا ہے جو کہ تین یہوا یا سور شراب کے باوجود خاصوش رہتا ہے۔ وہ اس بات کو ظاہر کرنا پڑتا ہے اس کہ کبھی بکار سکوت اور خاموشی بھی ایک ایم پیسیخام ہوتا ہے۔

اسی نظم میں ایک اور ایم صفحہوم آتا ہے جب اقبال کہتے ہیں "حراث آہوز میڑی تاب سخن ہے مجھ کو، شکوہی اللہ سے خاکم برین ہے مجھ کو"۔ یہاں اقبال نے اپنی زبان کی طاقت اور ان کی بھائی کے

اظہار کا ذکر کیا ہے۔ وہ ہے سمجھتے ہیں کہ انسان کو اس کی حقیقت کو بیان کرنے ہوئے چاہیے، اور اس کی زبان کے دریخے اس کی آواز بلذہ ہوئی چاہیے۔ اقبال کا ہے شکوہ دراصل اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان میں یہ صلاحیت ہوئی چاہیے کہ وہ اب تک مکمل رکھوں کا اعتراف کرے ۱۹۴۷ء ان پر قایل پانے کی کوشش کرے۔

” ہے بجا شیوه تسلیم میں مشور ہیں یہم، قصہ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں یہم ” میں اقبال نے اس بات کا ذکر کیا کہ یہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہم مجبور ہیں، لیکن یہ تسلیم کرنے کا عمل کسی کمزوری گی لشانہ ہی نہیں بلکہ انسان کی حقیقت کو سمجھنے اور اس کے اندر چھپی طاقت کو جاننے کا ذریعہ ہے۔ اقبال اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ ان کے تکوئے کا مقصود صرف اب تک حالت کو بہتر بنانا اور اسے اللہ کے سامنے پیش کرنا ہے۔

” ساگھر خاصوں ہیں فریاد سے ما مود ہیں یہم ” میں اقبال نے انسان کی داخلی سماں کو بیان کیا ہے، جہاں وہ اپنے درد و ہم خود زبان ہم نہیں لاتا، لیکن اس کے دل میں ایک مسلسل فریاد جاری رہتی ہے۔ اقبال کے مطابق، خاصوں اور فریاد ایک دوسرے سے جو ہوئے ہوئے ہیں، اور یہ انسان کی انزوں کی تینیں ہیں سکاتی ہوتے ہیں، جہاں دکھ کا اظہار ہوتا ہے، یہ سو تا تھوڑے دل میں اس کا بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ اقبال اس صورت کو انسان کی بی بی اور انزوں جنگ کی علامت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

اگلے حصے میں اقبال نے اس سکایت کرتے ہیں: ” اے خدا شکوہ ارباب وفا بھی من لے، خوار یہم دم سے تھوڑا سا لا بھی من لے ”

- ہاں اور اپنے سر و کاروں، دوستوں اور لوگوں سے شکایت ہوتے ہیں کہ
وہ اپنے وعدوں کو پڑھا رہیں ہوتے۔ اقبال کا ہمہا یہ ہے کہ اگر انسان
اپنے وعدے پورے نہ کرے لئے اس کی وفا اور محنت سا کوئی
خاندہ بیس رہتا۔ اس صورت میں اقبال انسانی لعلقات کی تکمیلی
اور اس کے اثرات کو ابھار ہوتے ہیں، اور اس بات پر زور دیتے
ہیں کہ وعدوں کا احراام نہ ہونے سے انسان کی تغیری ہر اثر پر مٹا
ہے۔

آخر کار اقبال نے "بھی لو۔ موجود ازل سے یہی تیسری ذات قدریم،
پھول ہا زینب، جمن پر شپر لیشان حنی شمسیم" میں فراہی ازی
محبودگی کو بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کی ذات پر
چیز میں موجود ہے، جیسے پھول کی نوشیوں میں پھیلی ہوئی
ہے۔ اقبال اس بات کو سمجھاتے ہیں کہ جب انسان خرا کی
حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے قریب آتا ہے،
تو وہ اپنی مشکلات سے باہر نکلنے کی راہ تلاش کرتا ہے۔ نظم
کے انتظام میں اقبال یہ کہتے ہیں کہ تکمیلی صرف دنیا کی
کمیابیوں سے نہیں ہوتا جائیے، بلکہ انسان کو اپنی تغیری برلنے
کے لیے خدا کی یادیت کی قدرت ہے۔

انرھا سبادی

Date:

نظم "انرھا سبادی" نے مم را شرکی ان تخلیقات میں سے ایک ہے جو انسانی لغیات اور صافشی حقیقتی کی ہمگی تحلیل پیش کرتی ہے۔ اس نظم میں شاعر نے ایک "سبادی" کے ذریعے خوابوں، امیروں اور خواستات کو ایک علامت کے طور پر استھان کیا ہے، جس کا مقصود انسان کے اندر جسے ہوشے روحانات اور اس کی حقیقتیں کا سامنا کرنے ہے۔ نظم کا مرکزی مدار ایک سبادی ہے جو شہر کے گھوشن میں بکم کے ہوتے ہیں "پاشکستہ، سر بربرہ خواب" جمع کرتا ہے، تاکہ ان خوابوں کو دوبارہ زندگی کیا جسکے۔ شاعر نے اس میں نہ صرف انسانی زندگی کی پسچیرگیوں کو بیان کیا ہے، بلکہ اس کی طبقاتی اور شفاضتی پرتوں کو بھی اجاگر کیا ہے۔

شاعر نے "دل بھی میں تباہا" جیسے جملے کا استھان حکم کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر خوابوں کو زندگی دینے کی خوشی انسان کی داخلی محنت کا نتیجہ ہوتی ہے، مگر یہ محنت اکٹھ ناکام رہتی ہے۔ بہان "بھی" کہ ایک تنور کے طور پر استھان کیا گیا ہے جس میں دھوئیں اور آنکھیں اسکے سے خوابوں کو تیز کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی اصل شکل میں والپ آئیں۔ تایم، اس بھی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کا دل ایک اضطراب کا صرکم ہوتا ہے جس میں کوئی مستقل سکون نہیں۔ یہ وجہ یہ ہے کہ "پرانا مل" یا غریب خیالات اور خواستات کوئی نہیں جھوٹے، اور خواب کا احیاء ممکن نہیں ہوتا۔

نظم میں "خوابوں کو سوت ملتے" کی خواش ایک سادہ سا، لیکن پسچیرہ خیال بیش تر ہے۔ خوابوں کی سوت، جو کہ زندگی کی عملگیں حقیقتیں سے مفتر کی تلاش ہے، ایک الی آرزو ہے جس

کی انسان کو یہ میشہ تلاش رہتی ہے۔ سب اڑی اپنی زندگی کی بحث کی
کی حالت میں بھی ان خوابوں کے بارے میں سوچتا ہے کہ =
ایک نہ ختم ہونے والی جستجو ہے۔

"خواب لے لو، خواب ... " جیسے جملے انسان کی محوشش کو ظاہر کرتے
ہیں کہ وہ خوابیں کو حقیقت میں تبدیل کرنا چاہتا ہے، مگر یہ
خواب اکثر سراب کی طرح ہوتے ہیں۔ سب اڑی کی "مفت" پیشکش
لوگوں میں تکوک پیرا کرتی ہے، جو انسانی نواہشات اور
فریب کو ظاہر کرتی ہے۔ پیشکش ظاہری طور پر سی اور
فوراً ملنے والی چیزیں دکھاتی ہے، لیکن انہر ان کا کوئی عقیدت۔
ہنس ہوتا۔

شاعر نے "مفت" خوابوں کو دھوکے کی طرح پیش کیا ہے۔
جب لوگ یہ پیشکش نہیں، تو ان کے ذہن میں سوالات
امہلتی ہیں: "کیا یہ خواب صحیح ہے؟" یہ سوال اس انسان کی
فلکی تزیب کو ظاہر کرتے ہیں، جہاں وہ خوابوں اور
حقیقت میں فرق نہیں سمجھ پاتا۔ سب اڑی کے خواب
ایک سہم کی مانتر ہیں، جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے
ہیں مگر حقیقت میں تبریل نہیں ہوتے۔

شاعر نے اس نظم ایک ہی حقیقت بیان کی ہے کہ
انسان اپنے خوابوں کو تلاش کرتا ہے اور اپنی ایک نیا
ریگ دینے کی محوشش کرتا ہے، مگر وہ اکثر دھنرلا جاتے
ہیں۔ یہ خواب ایک ضریب کا علاس ہے، جو خوابوں

Date: _____

کے سچھے دوڑتے ہوئے فجر کھدھو کر دیتا ہے۔

آخر کار "اندر صاحبازی" لطم میں تو الیون، امیر قفقان اور
فراہیشات کی تلخ حقیقت کو بمانے لاتی ہے۔

الٹو گراف

Date: _____

مجید امجد کی نظم "آٹو گراف" ایک بسیارہ اور گہرے معنوں سے بھروسی تخلیق ہے جس میں شاعر نے انسانی جذبتوں، شخصیت کی غائبگی اور سماجی حقیقتوں کی تصویر لکھتی ہی ہے۔ اس نظم میں کھلاڑیوں کے دستخط کے لیے منظر میں ایک عالمگیر موضوع کی علاویت کی گئی ہے۔

نظم کا آغاز ایک سماجی منظرنا ص سے ہوتا ہے، جہاں کھلاڑی دستخط کے لیے تیار کھڑے ہیں۔ یہ ایک عام منظر ہے جو کامیابی اور شہرت کی پیچے کی حقیقتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ "کھلاڑیوں کے خود لکھتے دستخط دوسرے / کتابچے لیے ہوٹ" کے ذریعے شاعر نے اس معاشرتی حقیقت کو قریب لایا ہے، جہاں کسی کھلاڑی کی کامیابی کا صید جوان ان دستخطوں میں دیکھا جاتا ہے۔ اس میں ایک طرح کی تجارتی تعریف کی جملہ (جو موجود ہے) جو شخصیت کو خریدنے، بیکپ اور اس کی قیمت لگانے کی علاویت کرنے ہے۔

"کھڑی ہیں منتظر حسین لڑکیاں / ڈھلکتے آپلوں سے بغیر حسین لڑکیاں" کا اشارہ ایک معاشرتی حقیقت کی طرف ہے جس میں حسین لڑکیاں کھلاڑیوں کے دستخطوں کے منتظر ہیں۔ لیکن ان کی خواہیں محض سطحی اور بے خبری کا شکار ہیں۔ یہ ظاہری والبستگی کی طرف لشارہ کرتا ہے۔ اس منتظر میں حسین لڑکیاں محض ایک علامت ہیں، جو دستخط کے انتظار میں ہیں، جو اپنی تقدیر کو ظاہری شہرت سے منسلک سمجھنے ہیں۔

نظم کی بیجیدگی تب بڑھتی ہے جب شاعر نے "ہمیں چاکروں کے ڈولتے کواز" اور "چینچ اچھ" جیسے تاثر آنکھیں جعل (ستھان) کیے ہیں۔ یہ الفاظ ایک الی ایسا کی علاوی کرتے ہیں جہاں پریشانی، بے چینی اور ہر اس کے جذبات ہیں۔ یہاں ایک فاصلے کا ذکر ہے جس میں افزاد ایک برقابو ہجوم کی شکل میں منتشر ہیں، اور ان کی حالت میں مکروہی کا عذر عالیب ہے۔

"کرے بڑھے جنور ہجوم کے / کھڑی ہیں یہ بھی راست نہ اک طرف" کا صفحہ ۴۰
 ہے کہ اس ہجوم میں ہر شخص اپنے مقام پر کھڑا ہے لیکن سب کی زندگیوں
 ایک بے یقینی ہے جو اپنی حکم پر طے شدہ نہیں ہے یہ متنظر ایک سسٹم کی
 خرابی کو ظاہر کرتا ہے، جس میں افراد کی کوششیں ایک غیر متوقع اور
 بے ترتیب راستے پر جاری ہیں۔

"بیانِ آرزو و یکف" اور "نظر نظر میں نارسا پرسشیوں کی داستان" جسے
 جملہ ان خواہیشات کی عکاسی کرتے ہیں جو کسی انسان کے حل میں نہیں ہیں
 لیکن یہ خواہیشات بے الش اور نظام ہوتی ہیں۔ بہادر (کتاب) ایک عالمت
 ہے جو ایک شخص کی داستان کو بیان کرتی ہے لیکن ان پرسشیوں کا کوئی
 نتیجہ نہیں نکلتا۔ یہاں تک کہ "لنز ریل ہے دم بہ دم / کمان ابروں کا ختم
 میں جسمانی طور پر بھی ایک تنافیٰ حالت کی نمائندگی کی گئی ہے جو کسی
 فرد کی طاقت کے زوال کو ظاہر کرنے ہے۔

ایک اور ایم مرڈ اتنا ہے جب شاعر کسی کھلاڑی کی عظمت کی تصویر کشی
 کرتے ہیں : "کسی عظم شعبہ کی تکلف / جنائی (القلیل) میں کانت ورق
 پر جھک گئی" یہاں پر ایک کھلاڑی کی عظمت اور اس کے اثر کو دکھایا گیا
 ہے لیکن اس کے ساتھ یہی یہی عظمت ایک عارضی چیز ہے کیوں کہ "زینقار
 بلوقون سر جھانکنی کلائیوں میں تیز تیز رک گئی" میں ایک محترم انسان کی
 حالت کو بیان کیا گیا ہے جواب سکون میں آگئی ہے۔

یہاں شاعر کا مقصد اس حقیقت کو اجاد کرنا ہے کہ دنیا کی شہرت اور
 کھلبی عارضی ہیں۔ وہ چنین بیاض پر صد غزوہ لکھ گویہں یہی / حسین
 کھلکھلاڑیوں کے درمیان وکٹ، گری" کے ذریعہ شاعر نے اس حقیقت کو واضح
 کیا کہ شہرت کا جو طریق ہے، اس خال میں مل چکا ہے۔ یہاں کامیابی
 اور عظمت کی عائدگی ایک لمحہ کی خوشی ہے جو اچانک ختم ہو جاتی

نظم کا اختتام ایک بہت ہی ایم فلسفیانم سوال کے ساتھ ہوتا ہے :

"میں اجنبی میں بنشٹاں / میں پایا بہر گل۔ شاعر یہاں ایک غرب کی

شناخت، مکن قدان کو ظاہر کرتا ہے، جو نہ لق شهرت میں عزیز

ہے اور نہ کسی مقام یا نام کی طلب میں۔ یہ ایک مفارغہ پیش کرتا

ہے، شہرت کی عارضیت اور اندر ویں سکون یا حقیقت کے درضیان

"ن رفحت مقام یہ شہرت دعماں ہے / یہ لوعِ حل تینے لوعِ دُم"۔

میں شاعر یہی حقیقت کی تلاش میں ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ

شہرت یا دنیا کے کشی بھی عزیز و عظمت کا کوئی دامنی اترنے نہیں

ہوتا۔ انسان کی اصل حقیقت حل اور دُم (زندگی) میں ہے، جہاں

نہ کوئی نام ہے، نہ کوئی مقام۔